فریدہ سیفی

دامِ خرد

منظر اسٹور روم کا تھا۔ داؤد کی دروازے کی طرف پشت تھی۔ وہ دروازے کے رخ پر رکھی کرسی پر جھکا ہوا تھا۔ کرسی پر کوئی لڑکی بیٹھی تھی۔ جس کا چہرہ نظر نہیں آتا تھا۔ داؤد نے ایک ہاتھ کرسی کی بیک کے اوپری حصے پر رکھا ہوا تھا۔ اسی وقت مایا کچھ عورتوں کے ساتھ اسٹور میں داخل ہوئی۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں۔'' ماہا بلند آواز سے چلائی۔

داؤد سیدھا ہو کر پلٹا تو منظر مزید واضح ہوا۔ کرسی پر بیٹھی لڑکی شفا تھی اور بے ہوش تھی۔ اس کا سر غیر آرام دہ حالت میں کرسی کی پشت پر ٹکا تھا۔ شادی والے گھر میں ایک لڑکا ایک جوان اور حسین لڑکی کے ساتھ اسٹور کی تنہائی میں آخر کس لیے موجود تھا۔ اوپر سے لڑکی بے ہوش بھی تھی۔ کہانی تیار تھی۔ عورتوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

''مایا...... دیکھو شفا کو کیا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے بے ہوش ہو گئی ہے۔'' داؤد نے مایا کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

''تم نے کیا کیا ہے اس کے ساتھ؟ جو یہ بے ہوش ہو گئی ہے؟'' مایا کی آواز اونچی تھی۔ اس قدر اونچی کہ آس پاس کے کمروں تک بخوبی پہنچ رہی تھی۔

''میں نے کیا کرنا ہے۔ میں یہاں آیا ہوں تو یہ بے ہوش تھی۔ میرا خیال ہے میں ڈاکٹر کو بلا لیتا ہوں۔'' داؤد نے اپنی جیب سے موبائل فون نکالا۔

''تم اپنا یہ ڈراما بند کرو۔'' مایا غصے سے دھاڑی۔

''کیا ہوا ہے۔'' اسی وقت رابعہ ہاجرہ کے

مکمل ناول

www.pklibrary.com

ساتھ اسٹور میں داخل ہوئیں۔ راستے میں کھڑی عورتوں کو ہاتھ سے ہٹا کر آگے بڑھیں اور ماتھے پر بل ڈال کر مایا کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے مایا۔ کیوں تماشا لگایا ہوا ہے یہاں پر؟"

"امی۔ اس سے پوچھیں۔ یہ یہاں کیا کر رہا تھا اس لڑکی کے ساتھ۔" مایا داؤد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چلائی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اب داؤد کو بھی معاملے کی نزاکت کا احساس ہوا۔

آس پاس کھڑی عورتیں، ان کی گھورتی نظریں جن سے وہ کبھی اسے اور کبھی کرسی پر بے ہوش شفا کو دیکھتی تھیں۔ مایا کا غصیلا انداز۔ وہ جیسے کسی کٹہرے میں کھڑا تھا۔

"بھابھی......! ایک جوان جہان لڑکا ساری دنیا چھوڑ کر ایک غیر لڑکی کے ساتھ اکیلے کمرے میں گھسا ہو تو کیا مطلب ہے اس کا؟" مایا کی چچی نے ہاتھ نچا کر رابعہ سے کہا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔" داؤد دھاڑا۔ "آپ کو شرم نہیں آتی اس طرح کی بات کرتے ہوئے۔"

"شرم تو بیٹا جی! تمہیں آنی چاہیے اس طرح کے کام کرتے ہوئے۔" چچی نے جواباً طنز کیا۔

"خالہ! میں تو مایا سے ملنے......" داؤد نے رابعہ کو صفائی پیش کرنے کی کوشش کی لیکن مایا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"میرا نام مت لو داؤد، تم دن رات اس لڑکی کے ساتھ رہتے ہو۔ پھر بھی تمہارا دل نہیں بھرا۔ تم یہاں اسٹور میں اس کے ساتھ گھس گئے۔"

"مایا......! فضول بکواس مت کرو۔" داؤد نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔

خاموش کھڑی ہاجرہ عورتوں کے درمیان سے نکل کر آگے بڑھیں۔

"ارے اسے تو دیکھو، کیا ہوا ہے۔ یہ کیوں بے ہوش ہے؟"

انہوں نے شفا کا کندھا ہلا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ شفا نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ مایا نے اپنے ہاتھ سے منگنی کی انگوٹھی اتاری اور ہاجرہ کے سامنے کی۔

"خالہ......! پکڑیں یہ اپنی انگوٹھی۔ میں اس بدکردار شخص کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔"

"تم زیادتی کر رہی ہو مایا!" ہاجرہ نے انگوٹھی نہیں پکڑی تھی۔

"تم بچپن سے جانتی ہو داؤد کو۔ اس کا کردار شیشے کی طرح شفاف ہے۔"

"معاف کرنا بہن۔ جوان اور حسین لڑکی دن رات سامنے ہو تو مضبوط سے مضبوط کردار والے مرد کو بھی بہکتے دیر نہیں لگتی۔" یہ مایا کی پھپھو تھیں۔

شفا کسی قدر حیرت سے مجمعے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ یکایک کیوں غافل ہو گئی تھی اور ہوش میں آنے پر یہ کس قسم کی عدالت اس کے اردگرد لگی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"آنٹی! کیا دیکھا ہے آپ نے۔" داؤد بھڑک کر مایا کی پھپھو کی طرف مڑا۔ "وہ بے ہوش تھی اور میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ لوگوں نے پتا نہیں کیا تماشا بنا لیا ہے۔"

اس سے قبل کہ داؤد کی بات پر کوئی غور کرتا مایا نے ہاجرہ کا ہاتھ پکڑ کر انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھما دی۔ "پکڑیں آپ انگوٹھی خالہ اور مجھے معاف رکھیں اس رشتے سے۔"

رابعہ خاموشی سے یہ سب دیکھ اور سن رہی تھیں۔ انہیں حقیقتاً سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس کی بات کا یقین کریں اور کس کا ساتھ دیں۔

"میں جا رہا ہوں امی۔" داؤد نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"ٹیکسی منگواؤ، ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔" ہاجرہ نے شفا کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ داؤد

www.pklibrary.com

باہر نکل گیا تھا۔

"اس کا چیک اپ کروالیں خالہ ......! کہیں ماں بننے والی تو نہیں ہے۔"

مایا نے طنزیہ انداز میں ہاجرہ کو مشورہ دیا۔

"کسی پر تہمت اور بہتان لگانا بہت بڑا گناہ ہے مایا۔ جو کچھ تم نے آج کیا ہے اس کا بدلہ پانے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا۔ اللہ بہت انصاف کرنے والا ہے۔"

ہاجرہ نے دکھی لہجے میں کہا اور شفا کو لے کر اسٹور سے نکل گئیں۔

☆☆☆

وہ اوائل بہار کے دن تھے۔ ہوا ہلکی تھی لیکن ولولہ جگاتی ہوئی۔ تازگی سے بھرپور، نیلے آسمان پر سفید بادلوں کا امتزاج بے حد بھلا لگتا تھا۔ مایا نے ٹیکسی کو کرایہ دے کر سامنے کھڑی بلند قامت عمارت کو دیکھا اور اس کے اندر داخل ہوگئی۔ اب وہ ایک بڑے ہال سے گزر رہی تھی جس کے اطراف میں شیشے کے کیبن بنے ہوئے تھے۔ جن میں لوگ اپنی سیٹوں پر بیٹھے سامنے رکھے کمپیوٹر پر کام میں مصروف تھے۔ وہ اس وقت سفید رنگ کی شارٹ شرٹ کے ساتھ سفید ہی ٹراؤزر پہنے ہوئی تھی۔ دوپٹہ گلے میں تھا۔ سنہرے بال ہائی پونی میں مقید تھے۔

وہ مایا انعام تھی۔ بے حد حسین اور خوب صورت اور وہ اپنی اس خوب صورتی سے اچھی طرح آگاہ تھی۔ اس کی خوب صورتی میں پرکاری بھی تھی اور مشاقی بھی۔ اسے اپنے حسن کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا بہت اچھی طرح آتا تھا وہ اپنی نظروں سے تیر چلاتی، مسکراہٹ سے قتل کرتی، اداؤں سے گھائل کرتی مقابل کو چاروں خانے چت کر دیتی تھی۔

ہال سے گزرتے ہوئے اردگرد کے لوگوں کی توصیفی نظروں سے بے نیاز غرور سے گردن اکڑاتے وہ ناک کی سیدھ میں چلتی ہوئی ہال کے آخر میں موجود آفس تک پہنچی۔

"میم!" سکریٹری اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے پیچھے لپکی تھی۔ اس نے سکریٹری کو نظر انداز کر کے دروازہ کھولا۔ سامنے ایک بڑی گلاس ٹیبل کے پیچھے داؤد اپنی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ اس کی سگی اور اکلوتی خالہ کا بیٹا تھا۔ مایا اندر داخل ہوئی۔

اسے دیکھ کر وہ مسکرایا اور اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر اسے خوش آمدید کہا۔

"سر یہ......" سکریٹری اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے آگے آئی تھی۔

"اٹس او کے۔ یو کین گو ناؤ۔" داؤد نے اسے جانے کو کہا۔ وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے چلی گئی۔

مایا نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر سیٹ سنبھالی۔ پھر سر گھما کر بغور آفس کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ "بہت شان دار آفس ہے تمہارا۔"

داؤد نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا۔ "کیا لوگی؟" اس کے چہرے پر ہلکی اور نرم مسکراہٹ تھی۔

www.pklibrary.com

اسلام علیکم

ہمارے ارد گرد بہت سے کردار ہیں جو کہ ایک لکھاری ہی جان سکتا ہے۔۔ اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور ان کرداروں کو لکھ رہے ہیں تو ریڈرز چوائس آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر رہے ہیں جہاں آپ ان کہانیوں نہ صرف اچھے سے بیان کر سکیں گے بلکہ آپ کی صلاحیتوں کا لوہا بھی منوا سکتے ہیں۔ ریڈرز چوائس کا حصہ بنئے اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہوئے ہم کو اپنی تحریر (ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، مضامین، کوکنگ ریسپی) اردو میں لکھ کر ہم کو بھیجیں۔ ہم آپ کی ان تحریروں کو ایک ہفتے کے اندر اپنے ویب بلاگز (ویب سائٹس)، سوشل میڈیا گروپس، اور پیجز پر پبلش کریں گے انشاءاللہ۔ مزید تفصیلات کے لیے رابطہ کریں۔

Email Address: mobimalik83@gmail.com

READERS CHOICE

Facebook ID; https://web.facebook.com/mubarra1

Instagram; https://www.instagram.com/mobi8741/?hl=en

Facebook Groups; READERS CHOICE, NOVELS FOR YOU ALL IN ONE, REQUEST NOVEL ONLY READERS CHOICE

بلیک ڈریس پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے وہ بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔

''اونہوں!'' مایا نے ہاتھ اٹھا کر اسے منع کیا۔ ''یہاں نہیں۔ لنچ کے لیے کہیں باہر چلتے ہیں۔''

''اس کے لیے تمہیں تھوڑا ویٹ کرنا پڑے گا۔''

داؤد نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

''تم باس ہو۔ تمہیں لنچ بریک کا ویٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

''رولز سب کے لیے یکساں ہوتے ہیں۔''

داؤد کا لہجہ سادہ تھا۔

''داؤد!'' مایا ٹیبل پر تھوڑا سا آگے کو جھکی۔ ''تم ہاجرہ خالہ کو کیوں نہیں بھیجتے ہمارے گھر۔''

''اتنی جلدی کیا ہے مایا۔'' داؤد نے سنجیدگی سے اس کی شکل دیکھی۔ ''لیلیٰ تم سے بڑی ہے۔ اس کا رشتہ کہیں ہو جانے دو۔ اس سے پہلے اگر ہماری بات ہوئی تو رابعہ خالہ اور لیلیٰ پتا نہیں کیا محسوس کریں۔''

''تمہیں سارے زمانے کی فکر رہتی ہے سوائے میرے۔'' مایا چڑ کر بولی۔

''میں تمہیں شادی کا تو نہیں کہہ رہی ہوں۔ بس ایک دفعہ ہماری بات پکی ہو جائے۔ اتنی سی بات ہے۔ اور لیلیٰ کے رشتے آتے رہتے ہیں۔ ان میں سے اگر کسی نے مجھے پسند کر لیا تو بیٹھے رہنا تم۔''

''اچھا بابا!'' داؤد نے ہار مان لی۔ وہ اس کی ہر بات اسی طرح آسانی سے مان جایا کرتا تھا اور مایا کو اس کی یہ عادت سب سے زیادہ پسند تھی۔

''میں کرتا ہوں امی سے بات۔''

''اب چلیں لنچ کے لیے؟'' مایا نے اس سے پوچھا۔

''ہاں!'' وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے باہر نکلے' ساتھ ساتھ چلتے وہ بے حد اچھے لگ رہے تھے۔ ایک پرفیکٹ میچ۔

☆☆☆

ہاجرہ خالہ اگلے روز واقعی آ پہنچی تھیں۔ ڈھیروں ڈھیر گفٹس، مٹھائی، کیک اور پھولوں کے ہمراہ۔ اب وہ ڈرائنگ روم میں رابعہ اور انعام کے ساتھ میٹنگ کر رہی تھیں۔ انہوں نے مایا کا رشتہ مانگا ہے داؤد کے لیے۔ سارے گھر میں یہ خبر خوشبو کی مانند پھیل گئی تھی۔

''میرے لیے لیلیٰ اور مایا دونوں برابر ہیں لیکن داؤد کی مرضی مایا کے لیے ہے۔ اگر آپ لوگ ہاں کردیں تو میں ابھی منگنی کی چھوٹی سی رسم کر دیتی ہوں۔'' ہاجرہ کہہ رہی تھیں پھر وہ بہنوئی کی طرف دیکھ کر مسکرائیں۔

''داؤد کے لیے کچھ سوچنے کی ضرورت ہے انعام بھائی؟''

ان کے لہجے میں ایک لائق فائق بیٹے کی ماں ہونے کا فخر بول رہا تھا۔

''نہیں۔'' انعام صاحب جواباً مسکرائے۔ ''داؤد جیسا قابل اور سمجھ دار لڑکا تو ہمارے پورے خاندان میں نہیں ہے ہاجرہ آپا۔ میں تو احسان مند ہوں کہ آپ نے ہمارے بارے میں سوچا۔ بس لیلیٰ کی فکر ہے تھوڑی سی۔'' آخر میں جھجک کر وہ چپ ہو گئے۔

لیلیٰ مایا سے بڑی تھی۔ وہ مایا جیسی خوب صورت تو نہیں تھی لیکن مناسب شکل و صورت کی پڑھی لکھی اور سمجھ دار لڑکی تھی۔ رابعہ اور انعام آج کل اس کے رشتے کے لیے فکر مند تھے۔ رشتے تو بہت آتے تھے لیکن بات نہیں بنتی تھی۔ داؤد چاہتا تھا کہ لیلیٰ کا رشتہ کہیں طے ہو جانے کے بعد وہ اپنی اور مایا کی بات چلاتا۔ اس طرح لیلیٰ کم از کم اس افسوس سے بچ جاتی کہ بڑی بہن کے ہوتے ہوئے چھوٹی کی بات پکی ہو رہی تھی۔ لیکن وہ مایا کی ضد کے آگے مجبور ہو گیا تھا۔

''اس کا بھی ہو جائے گا ان شاء اللہ۔'' ہاجرہ نے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔

''اور شادی ہم دونوں بہنوں کی اکٹھی ہی کریں گے۔ بس اب اجازت دیں تو میں مایا کو انگوٹھی پہنا دوں۔''

''آپا آپ کی اپنی بیٹی ہے۔ ہم اجازت دینے

www.pklibrary.com

والے کون ہوتے ہیں۔"

رابعہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ داؤد ایسا لڑکا تھا جس کا خواب ہر ماں اپنی بیٹی کے لیے دیکھتی ہے۔

دوسری طرف مایا کچن میں لیلیٰ کے ساتھ کھڑی تھی۔ اسے خود تو کچھ ایسی پروا نہیں تھی لیکن چونکہ داؤد لیلیٰ کی دل آزاری کو لے کر فکر مند تھا تو یہی سوچ کر وہ اس سے پوچھ بیٹھی۔

"میرا رشتہ تم سے پہلے ہو رہا ہے۔ تمہیں برا تو نہیں لگ رہا؟"

"تقدیر پر پختہ ایمان ہے میرا۔ جانتی ہوں جو میرے نصیب میں ہے۔ مجھے مل کر رہے گا۔" لیلیٰ نے چاٹ کے لیے فروٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"تم فضول باتیں سوچنے کے بجائے کچن میں آ کر میری ہیلپ کروا دو۔ ابھی رات کے کھانے کا بھی انتظام کرنا ہے۔"

"ابھی آتی ہوں۔" مایا اسے ٹال کر باہر نکل آئی۔

مایا۔ مایا کی بچی!" لیلیٰ پیچھے سے آوازیں دیتی رہ گئی۔

مایا نے برآمدے میں کھڑے ہو کر داؤد کا نمبر ملایا۔

"تم کیوں نہیں آئے۔"

"مجھے مناسب نہیں لگا۔" داؤد نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"اس میں نامناسب والی کون سی بات ہے۔ تمہاری اپنی خالہ کا گھر ہے۔" مایا چڑ گئی۔

"بھئی منگنی کی کوئی باقاعدہ تقریب تو ہے نہیں کہ جس میں میرا آنا ضروری ہوتا۔" داؤد نے صاف گوئی سے کہا۔ "بات ہی طے کرنی ہے تو وہ آج ان شاء اللہ ہو جائے گی۔"

"اور اگر ہم نے انکار کر دیا تو" مایا ناز سے مسکرائی۔

"اسی لیے تو میں آیا نہیں۔" داؤد نے برجستہ جواب دیا۔ "تاکہ انکار کی صورت میں کم از کم میری بے عزتی تو نہ ہو۔" وہ ہنس رہا تھا۔

"داؤد عباسی کو انکار کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔" مایا نے اک ادائے دلبری سے بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا واقعی!" داؤد کا لہجہ خوش گوار تھا۔ "ذرہ نوازی ہے آپ کی۔"

"مایا آپی...... آپ کو خالہ بلا رہی ہیں۔" بلال پیغام لایا تھا۔

"اچھا داؤد! میں اندر جاتی ہوں۔ خالہ بلا رہی ہیں۔" مایا نے داؤد کو بتایا۔

"او کے۔ فون ذرا بلال کو دینا۔" داؤد دوسری طرف بلال کی آواز سن چکا تھا اور اب اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔

وہ ایسا ہی تھا۔ سب کے بارے میں سوچنے والا اور سب کا خیال رکھنے والا۔

"جی داؤد بھائی!" بلال خوشی خوشی داؤد سے بات کرنے لگا۔

وہ میٹرک کا اسٹوڈنٹ تھا اور داؤد کو بے حد پسند کرتا تھا۔

اندر ڈرائنگ روم میں ہاجرہ مایا کو انگوٹھی پہنا رہی تھیں۔ اس کے بعد لیلیٰ نے سب کا منہ میٹھا کروایا۔ ہاجرہ کی واپسی رات کے کھانے کے بعد ہوئی تھی۔ آج کی محفل میں دو موضوع اہم رہے تھے۔ ایک تو مایا کی منگنی اور دوسرا وہ لوگ جنہوں نے لیلیٰ کے رشتے کے لیے اگلے اتوار کو آنا تھا۔ سب کی دلی خواہش یہی تھی کہ اس دفعہ بات بن جائے اور لیلیٰ کا نصیب کھل جائے۔

☆☆☆

وہ شفا تھی۔ شفا حسان۔ اس کے بال چاکلیٹ براؤن تھے اور آنکھیں شربتی۔ جلد مکھن کی طرح ملائم تھی اور رنگ میدے جیسا۔ اس کی پلکیں لمبی اور اوپر کی طرف کو مڑی ہوئی تھیں۔ ہونٹ بھرے بھرے تھے اور قدرتی طور پر سرخ۔ اس وقت وہ صوفے پر

www.pklibrary.com

بیٹھی ٹی وی کے چینل بدل رہی تھی۔ لائٹ جینز پر اس نے ڈارک بلو اور بلیک پرنٹ کی شرٹ پہن رکھی تھی جو اس کے گلابی رنگ پر خوب اٹھ رہی تھی۔ براؤن سیدھے بال شانوں پر پڑے تھے۔

"بیٹا! ذرا پاپا کو فون کر کے چیک کرو۔ کتنی دیر ہے ان کے آنے میں۔" سارہ نے کچن سے نکل کر اسے کہا اور پھر دوبارہ کچن میں گھس گئیں۔

"جی مما!" شفا نے جواب دیا اور ساتھ ہی باپ کو فون کیا۔ حسان نے فون اٹینڈ کرنے کے بجائے کاٹ دیا تھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ گھر کے قریب ہی ہیں۔

"مما! آنے والے ہیں پاپا۔" شفا نے اونچی آواز میں سارہ کو اطلاع دی۔

سارہ کچن سے نکلیں۔ "میں ذرا چینج کر لوں۔" وہ کہتے ہوئے اپنے بیڈروم میں چلی گئیں۔

سارہ کی یہ روٹین تھی کہ وہ شوہر کے آنے سے پہلے تیار ہو کر تروتازہ ہو کر ان کا استقبال کرتی تھیں۔ حسان کے ساتھ ان کی محبت کی شادی تھی۔ سارہ کی اپنی ماں کا تو ان کے بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ باپ نے دوسری شادی کی ہوئی تھی۔ سوتیلی ماں انہیں اپنے بھتیجے کے ساتھ بیاہنا چاہتی تھیں۔ حسان کی فیملی ان کے پڑوس میں رہتی تھی۔ دونوں میں دھیرے دھیرے محبت کا رشتہ استوار ہو چکا تھا۔ حسان سارہ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر والوں کو منانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانے۔ وجہ سارہ کے باپ کی جھگڑالو طبیعت تھی۔

حسان کو پتا ہی نہیں چلا کب سارہ کی محبت ان کے سب رشتوں پر حاوی ہو گئی۔

جس دن سارہ کا ان کی سوتیلی ماں کے بھتیجے سے نکاح تھا اس سے ایک دن پہلے سارہ اور حسان نے کورٹ میرج کر کے گھر چھوڑ دیا۔ پھر اس کے بعد دونوں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ ان کی آپس کی محبت وقت کے ساتھ بڑھتی ہی گئی تھی۔ وہ آج بھی میاں بیوی کم سے زیادہ ایک دوسرے کے عاشق لگتے تھے۔

"ابھی تک آئے نہیں حسان!" سارہ نے بیڈ روم سے نکل کر بے چینی سے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کپڑے بدل لیے تھے۔ وہ بلیک بارڈر والی ہلکی زرد ساڑھی میں ملبوس تھیں۔ لمبے سیاہ بال جوڑے کی شکل میں بندھے تھے۔ ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ بے حد فریش اور خوب صورت لگ رہی تھیں۔

تب ہی دروازے پر بیل ہوئی۔ سارہ نے لپک کر دروازہ کھولا۔ آنے والے حسان ہی تھے۔ سارہ نے مسکراتے ہوئے ان سے بیگ لیا۔ حسان ایک پیاری سی مسکراہٹ چہرے پر لیے اندر آ گئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے تھے تو ان کے چہروں پر سکون اتر آتا تھا۔

"آج میں نے آپ کے پسندیدہ کوفتے بنائے ہیں۔" سارہ حسان کے ساتھ چلتے ہوئے انہیں بتا رہی تھیں۔ حسان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا شاپر تھا۔ انہوں نے سامنے بیٹھی شفا کو دیکھا تو شاپر اس کی طرف بڑھایا۔ وہ اٹھ کر آئی اور شاپر ان سے لے لیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس شاپر میں اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔

"بس یہ باہر کا کھانا لے آیا کریں آپ اس کے لیے۔ پھر اس نے گھر کا کھانا کیا کھانا ہے۔" سارہ نے شکایتاً کہا۔ حسان نے جواباً اپنا بازو پھیلا دیا۔ شفا ان کے بازو میں سما گئی۔

"یہ گھر کا کھانا بھی کھانا۔" انہوں نے پیار سے کہا۔ "اوکے پاپا!" شفا نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

"چلیں آپ چینج کر لیں۔ پھر میں کھانا لگاتی ہوں۔" سارہ حسان کو لے کر بیڈروم میں چلی گئیں۔ شفا دوبارہ ٹی وی کے سامنے آ بیٹھی۔ اسے اکثر یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے ماں باپ کے درمیان فالتو ہے۔ حالانکہ سارہ اور حسان دونوں اس سے بہت پیار

www.pklibrary.com

کرتے تھے لیکن اسے یہ پیار کم لگتا تھا۔

☆☆☆

ڈرائنگ روم کے دروازے کے بالکل سامنے رکھا تھری سیٹر صوفہ زبانِ حال خاموشی دہائیاں دے رہا تھا۔ اس بے چارے کا سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ اپنی سترہ سالہ زندگی میں اتنا بوجھ اس نے شاذ و نادر ہی سہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی ہڈیاں چیخ کر کڑچ چوں چوں کر رہی تھی۔ اس کے اوپر عین درمیان میں جو خاتون بیٹھی تھیں انہیں نے کچھ حصوں میں اس کی کمر توڑ دی تھی۔ خاتون کی رنگت گہری سانولی تھی اور نقوش افریقی سانچے سے تھا۔ بھینسے وجود کو خاطر میں لائے بغیر انہوں نے اپنی جوانی کے [illegible] کی بہو رنگ کی تنگ قمیص پہن رکھی تھی۔ اس کے تنگ [illegible] قمیص پر احتجاج کرتے ہوئے ان کا جسم مختلف حصوں [illegible] اور اب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے گوشت کو مختلف [illegible] اکٹھا کر دیا گیا ہو۔ گہری بھوری لپ اسٹک [illegible] میں دوپٹہ ڈالے یہ روبینہ بیگم تھیں۔ ان کے بائیں ان کی دو نو کی بیاں [illegible] اولاد یں تشریف فرما تھیں۔ دائیں طرف بیٹھی صاحب زادی کا [illegible] اس نے ہلکے رنگ کی انتہائی چھوٹی قمیص کے ساتھ سرخ ٹائٹس پہن رکھی تھیں۔ بائیں میں بیٹھی [illegible] کے بیٹے تھے اور بے ہنگم [illegible] آنکھوں پر نیلے آئی شیڈ لگائے گہری سرخ لپ اسٹک کے ساتھ وہ تن کر بیٹھی تھی۔ سنہرے ڈائی کیے ہوئے بالوں کا اس نے اونچا جوڑا بنا رکھا تھا۔ روبینہ بیگم کے بائیں طرف خرم بیٹھا تھا۔ وہ تین بہنوں میں ماں کا ہم پلہ تھا۔ ڈارک براؤن شرٹ اور بلیک پینٹ میں اپنی باقی ہوتی توند کو چھپائے بلیک اور براؤن لائننگ والی ٹائی لگائے وہ شریف اور حسین نظر آنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن برا ہو اس پسینے کا جو ذرا سی گھبراہٹ بھی برداشت نہیں کر پاتا تھا اور فوراً ہی ہر طرف سے بہہ نکلتا تھا۔ پسینے نے بالوں پر لگی جیل کا ستیاناس تو کیا ہی تھا ساتھ ہی چہرے پر لگی کریم کو بھی لے ڈوبا تھا۔ بار بار بلیک رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے اسے اپنے چکنے بالوں اور سیاہ پڑتی رنگت کا سوچ سوچ کر مزید پسینا آ رہا تھا۔

اس غریب صوفے پر بیٹھے امیر مہمانوں کے بالکل سامنے والے صوفے پر رابعہ بیٹھی تھیں۔ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس سر پر سفید دوپٹہ اوڑھے ان کے چہرے پر بڑی سی غیر حقیقی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں فکر کی پرچھائیاں۔ مہمانوں کو دیکھ کر ان کی طبیعت بوجھل سی تھی۔ ان دونوں پارٹیوں کے درمیان بائیں طرف والے صوفے پر سر جھکائے بیٹھی تھیں جو اس ملاقات کو رائج کرنے کا باعث تھیں۔

وہ اپنی شاطر نگاہوں سے دونوں پارٹیوں کے جذبات کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ روبینہ بیگم اور ان کی بچیاں ناک کے انداز میں نخوت تھی تو رابعہ بھی بچوں کی خوشی چھپا نہیں پا رہی تھیں۔

ماحول کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے مسز تحریم نے کھنکھار کر ہلکا سا مسکرا کر رابعہ اور خرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کا تعارف کروایا۔

"یہ خرم ہے۔"

خرم جو جانے کیوں بہت خوش نظر آنے کی کوشش میں [illegible] کی باتوں کے مطابق لگ رہا تھا۔ مسکرایا اور [illegible] سے پسینہ صاف کیا جبکہ بلیک رومال [illegible] جھنجھلا اٹھا کہ تبھی اس خوفناک خیال نے [illegible] نکال دی تھی۔

"بیٹے کیا کرتے ہیں آپ؟" رابعہ نے تحمل سے مسکرا کر پوچھا۔

"کمپنی اپنے کاروبار ہے۔ اپنا بزنس ہے ماشاءاللہ۔" جواب روبینہ بیگم نے دیا پھر پہلو بدل کر بولیں۔

"آپ نے گھر کی اچھے ایریے میں بنوایا تھا ناں۔ اتنی تنگ گلیاں ہیں۔ یہاں تک تو جگہ گاڑی کتنے بچے۔ مجھے تو ڈر ہے آپ کی گلی کے بچے گاڑی کے شیشے ہی نہ توڑ دیں کہیں۔"

"بلال...... میرا بیٹا کھڑا ہے گاڑی کے پاس۔ آپ فکر نہ کریں۔" رابعہ نے انہیں تسلی دی۔

اسی وقت لیلیٰ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ

www.pklibrary.com

میں کولڈ رنک کی ٹرے تھی۔ سب کو کولڈ ڈرنک پیش کرنے کے بعد جب وہ مسز عنبرین کے پاس آئی تو انہوں نے گلاس لیتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''بیٹھو بیٹا۔''

وہ جھجکتے ہوئے رابعہ کے ساتھ والے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ ایک درمیانی شکل وصورت والی لڑکی تھی۔ صاف رنگت کے ساتھ اس کا چہرہ قدرے لمبوترا تھا۔ آنکھیں زیادہ بڑی نہ زیادہ چھوٹی۔ ستواں ناک اور باریک ہونٹ۔ اس وقت پنک سوٹ پہنے ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ کافی اچھی لگ رہی تھی۔ خرم نہایت فرصت سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

''لیلیٰ نے ماسٹرز کر رکھا ہے سائیکالوجی میں۔'' مسز عنبرین نے پرجوش انداز میں روبینہ بیگم کو بتایا۔

''پرائیویٹ کالج میں لیکچرر ہے۔''

''ہوں۔'' روبینہ بیگم نے سر ہلایا۔ پھر اپنی بیٹی کی طرف مڑیں۔ ''نشاء تمہاری فرینڈ روشنیرہ نے بھی سائیکوجی میں ماسٹرز کر رکھا ہے ناں۔''

''ہاں!'' نشاء استہزائیہ ہنسی۔ ''وہ بے چاری تو سائیکوجی پڑھ پڑھ کے خود سائیکو ہو گئی ہے۔''

''کیا سیلری دیتے ہیں تمہیں کالج والے؟'' روبینہ بیگم نے لیلیٰ سے ڈائرکٹ سوال کیا۔

لیلیٰ نے گڑبڑا کر ماں کی شکل دیکھی پھر دھیرے سے بولی۔ ''بس مناسب ہے۔''

''پھر بھی......'' روبینہ بیگم نے اصرار کیا۔

''تم چائے لے آؤ۔'' رابعہ نے لیلیٰ کو اٹھایا۔

ان کا بی پی ہائی ہونا شروع ہو گیا تھا۔

جب وہ لوگ چائے پی رہے تھے تب مایا کی اینٹری ہوئی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی اور زوردار انداز میں سلام جھاڑا۔ بس پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ مایا ایسی ہی تھی جہاں چلی جاتی وہاں کسی دوسرے کا چراغ جل نہ پاتا۔

''یہ میری چھوٹی بیٹی ہے۔ مایا!'' رابعہ نے دل ہی دل میں تلملاتے ہوئے مایا کا تعارف کروایا۔ ہزار دفعہ منع کیا تھا انہوں نے مایا کو کہ لیلیٰ کے رشتے کے لیے آنے والے مہمانوں کے سامنے مت آیا کرے پر وہ مایا ہی کیا جو کسی کی بات توجہ سے سن لے۔ وہ وہی کرتی تھی جو اس کے دل میں آتا تھا۔

روبینہ بیگم نے مسکرا کر دلچسپی سے مایا کو دیکھا۔ وہ اس وقت گہرے کلر کے ڈیزائنر ڈریس میں ملبوس تھی۔ سنہرے بال۔ کرلز کی صورت میں شانوں پر بکھرے تھے۔

''آؤ بیٹھو۔ ہمارے پاس۔'' روبینہ بیگم نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ اسے دیکھ کر لوگ خواہ مخواہ ہی خوش اخلاق ہو جاتے تھے۔

''کیا کرتی ہے یہ؟'' نشاء نے پوچھا۔

''فارغ ہے آج کل۔ ماسٹرز کرنے کے بعد۔ اس کا رشتہ ہو چکا ہے۔ میری بہن کے گھر۔'' رابعہ نے اگلے متوقع سوال کا جواب بھی ساتھ ہی دے دیا۔

''ایک تو اچھی لڑکیاں خاندان والے ہی نہیں چھوڑتے۔'' روبینہ بیگم نے منہ بنایا۔ یہ بات سیدھی جا کر رابعہ کے دل کو لگی۔ وہ تلملا کر کھڑی ہو گئیں اور مسز عنبرین کو مخاطب کیا۔

''مسز عنبرین مجھے یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ آئندہ پلیز کوئی خاندانی فیملی لائیے گا۔ میری طرف سے معذرت۔''

''کیا؟'' روبینہ بیگم کو یہ سن کر آگ ہی لگ گئی۔ سموسے والی پلیٹ میز پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''کیا مطلب ہے آپ کا۔ ہم خاندانی لوگ نہیں ہیں۔ ارے بہت بڑا بزنس ہے میرے بیٹے کا۔ آپ کے تصور سے بھی بڑا۔''

''چلیں ممی! بہت ہو گئی۔ ہم چلتے ہیں۔'' نشاء نے اٹھ کر ماں کو چلنے کا اشارہ کیا۔

''اٹھو، تم کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔'' روبینہ بیگم نے بیٹھے ہوئے خرم کو ڈپٹ کر اٹھایا۔ ''تنگ گلیوں میں رہ کر ان لوگوں کی سوچ بھی تنگ ہو گئی ہے۔ پتا نہیں ہماری گاڑی بچی ہے یا اس کے شیشے بھی توڑ دیے ہیں اس گلی کے لفنگے بچوں نے۔''

www.pklibrary.com

وہ اونچی آواز میں بولتے ہوئے باہر کو لپکیں۔

خرم اور نشاء ان کے پیچھے تھے۔ مسز عنبرین جاتے ہوئے رابعہ کے پاس آکر رکیں۔

''یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔''

''دیکھیں مسز عنبرین۔! میں آپ کو اچھی خاصی رقم دیتی ہوں۔ اس کے بدلے آپ مجھے کوئی اچھا ڈھنگ کا رشتہ دکھائیں۔ محض خانہ پُری مت کریں۔''

رابعہ نے ان کی طبیعت بھی صاف کی۔ وہ خاموش ہو کر باہر نکل گئیں۔

ان کے جانے کے بعد رابعہ نے ایک تھکی تھکی نظر ٹیبل پر پڑے لوازمات پر ڈالی اور دوسری لیلیٰ پر جو گم سم سی بیٹھی تھی۔

''یہ سب سمیٹ لو بیٹا!'' انہوں نے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

''جی امی!'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی ''لیکن پہلے آپ بی پی کی ٹیبلٹ لے لیں۔''

وہ پانی اور دوائی لینے باہر نکل گئی۔ رابعہ بے دم سی ہو کر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

مایا نے کلینزنگ ملک اپنے چہرے پر پھیلایا اور مساج کرتی ہوئی برآمدے میں آگئی۔ رابعہ تخت پر سلائی مشین لیے بیٹھی تھیں۔ وہ لیلیٰ کا سوٹ سلائی کر رہی تھیں۔ مایا ان کے پاس آکھڑی ہوئی۔

''امی...... ابھی تک ناراض ہیں آپ مجھ سے۔''

''میرے ناراض ہونے یا نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' رابعہ نے سلائی مشین چلاتے ہوئے جواب دیا۔

''سچ بتا رہی ہوں امی۔ میں باہر دھوپ سے اندر گئی تھی تو مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ اوپر سے وہ چاکلیٹ براؤن ٹیکی۔ وہ تو روشنی میں بھی دکھائی نہ دے۔'' مایا نے وضاحت کی۔

''ویسے امی کو اتنا غصہ کم ہی آتا ہے جتنا کل آیا تھا۔'' لیلیٰ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ وہ وہیں چارپائی پر بیٹھی کالج کے ٹیسٹ چیک کر رہی تھی۔

''جو ہوا اچھا ہی ہوا۔'' مایا نے ٹشو سے چہرہ صاف کیا۔ ''وہ گلاب جامن بالکل بھی تمہارے قابل نہیں تھا۔''

''بات شکل وصورت کی نہیں ہے لیکن کم از کم اخلاق تو اچھا ہونا چاہیے ناں۔'' رابعہ نے دھاگا توڑ کر لیلیٰ کی طرف دیکھا۔ ''لیلیٰ! تم یہ قمیض پہن کر چیک کر لو۔ کوئی کمی بیشی ہو تو ابھی ٹھیک کر دوں۔''

''بس امی! یہ دو پیپرز رہ گئے ہیں۔ انہیں چیک کر کے پہنتی ہوں۔'' لیلیٰ نے مصروفیت سے جواب دیا۔

مایا اندر کمرے میں گئی اور اسکرب اٹھا لائی۔ اب وہ چہرے پر اسکرب کا مساج کر رہی تھی۔

رابعہ نے غور سے اسے دیکھا۔ ''تم یہ رگڑائی کیوں کر رہی ہو۔''

''میں آج داؤد کے ساتھ باہر جا رہی ہوں۔'' مایا نے جواب دیا۔

''مایا! تمہیں کتنی دفعہ سمجھایا ہے میں نے کہ شادی سے پہلے داؤد کے ساتھ اس طرح گھومنا پھرنا اچھی بات نہیں ہے۔'' رابعہ ناراضی سے بولیں۔

''امی...... داؤد اب جس سوسائٹی میں موو کرنے لگا ہے وہاں یہ سب برا نہیں سمجھا جاتا۔ میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گی تو کوئی اور لڑکی یہ کمی پوری کر دے گی۔ بندہ ہینڈسم ہو اور اوپر سے امیر تو کوئی نہیں چھوڑتا اسے۔'' مایا نے ماں کو سمجھایا۔

''اتنی مشکل سے تو مایا نے منگنی کی ہے داؤد سے۔ اس کے آگے پیچھے پھر کر۔ اب اسے کوئی اور لڑکی لے اڑے تو یہ تو بہت برا ہوگا۔'' لیلیٰ نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

''میں جتنی خوب صورت ہوں۔ مجھے کسی کے آگے پیچھے پھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' مایا کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

''تم صرف خوب صورت ہی نہیں ہو بلکہ ہوشیار بھی ہو۔'' لیلیٰ نے سر ہلایا۔ ''جب تک خالہ غریب تھیں۔ ہمارے جیسے علاقے میں رہتی تھیں تو تمہیں

خالہ اچھی لگتی تھیں نہ داؤد، جونہی داؤد کا کاروبار چل پڑا اور خالہ پوش ایریے میں شفٹ ہوئیں تو تمہیں وہ لوگ اچھے لگنے لگے۔"

"آج کل پیسہ ہی انسان کے مقام کا تعین کرتا ہے۔" مایا نے ذرا خفا لہجے میں کہا۔

"انسان کو دولت کے ترازو میں نہیں تولتے بیٹا!" رابعہ نے مایا کے خوب صورت چہرے کی طرف دیکھا۔" انسان بہت قیمتی ہوتا ہے۔ پیسہ تو آنی جانی چیز ہے۔"

"یہی بات میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔" لیلیٰ نے کہا۔" داؤد بہت اچھا لڑکا ہے۔ وہ تمہاری کوئی قیمتی چیز نہیں ہے۔ جس کی تمہیں پہرے داری کرنی پڑے۔ اس کے ساتھ خلوص اور محبت کا تعلق استوار کرو۔ پھر کسی اور کی طرف نہیں دیکھے گا وہ۔" اب اس کا رخ مایا کی طرف تھا۔

"وہ اب بھی کسی اور کی طرف نہیں دیکھتا۔" مایا نے غرور سے کہا۔

"مجھ سے نظر ہٹے گی تو کسی اور کی طرف دیکھے گا ناں وہ۔"

"تم نے قمیض پہننی ہے یا میں رکھ دوں سلائی مشین۔ رابعہ نے لیلیٰ کو گھر کا۔

"لائیں دیں مجھے۔" لیلیٰ نے اٹھ کر قمیض لی اور اندر کمرے کی طرف چلی گئی۔ مایا اب چہرے پر ماسک لگا رہی تھی۔

☆☆☆

"جس طرح جسم کو خوراک کی ضرورت ہوتی ویسے ہی بال بھی خوراک چاہتے ہیں اور بالوں کی خوراک تیل ہے۔" سارہ شفاء کے بالوں میں تیل کی مالش کرتے ہوئے بول رہی تھیں۔" اور تمہاری تو اتنی ٹف پڑھائی ہے میڈیکل کی۔ تمہارے بالوں کے لیے تو تیل کا مساج بہت ضروری ہے۔ ورنہ گنجی ہو جاؤ گی ڈاکٹر بنتے تک۔"

"نانی بھی ایسے ہی تیل لگاتی ہوں گی آپ کے بالوں میں۔ اسی لیے آپ کے بال اتنے لمبے اور گھنے ہیں۔" شفا نے کہا۔ وہ کارپٹ پر ماں کے قدموں میں بیٹھی تھی۔

"آہ...... ہاں" سارہ نے آہ بھری۔" میری اماں تو میرے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔"

"آپ کی شادی کے بعد نانا کبھی نہیں ملے آپ سے؟" شفا نے پوچھا۔

"ابا تو اسی دن پرائے ہو گئے تھے جس دن انہوں نے دوسری شادی کی تھی۔" سارہ کا لہجہ افسردہ تھا۔" اور اب تو انہیں فوت ہوئے بھی کافی عرصہ ہو گیا ہے۔"

"اور میرے دادا دادی، چچا تایا، پھوپھو، میرے کزنز، کیا ہمارا کوئی نہیں ہے مما؟" شفا نے مڑ کر سارہ کا چہرہ دیکھا۔

ماضی کا تذکرہ، رشتہ داروں کا ذکر سارہ اور حسان کے لیے کبھی بھی خوش گوار نہیں ہوتا تھا۔ وجہ اس موضوع کے ساتھ منسلک دکھ تھا۔ اپنے محبوب رشتوں کی طرف سے ہمیشہ روا رکھی جانے والی بے رخی کا غم تھا۔ سارہ نے اس کا سر سیدھا کیا اور مساج کرتے ہوئے بولیں۔

"تمہاری دادی تو حسان کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں اور تمہارے دادا حسان کے ابا۔ بہت غصے والے تھے۔ ضدی اور انا پرست۔ ایک بار جس بات پر اڑ جاتے پھر اس سے کبھی نہیں ہٹتے تھے۔ حسان نے بہت کوشش کی تھی کہ انہیں ہماری شادی کے لیے راضی کرنے کی لیکن وہ نہیں مانے۔ ادھر میری سوتیلی ماں تلی بیٹھی تھیں اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کرنے کے لیے جو آوارہ مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ شرابی بھی تھا۔"

"اور پھر آپ دونوں نے کورٹ میرج کر لی۔" شفا مسکرائی۔

"خیر یہ تو آپ نے اچھا ہی کیا۔"

"شادی کے بعد بھی حسان جاتے رہے تھے اپنے ابا کے پاس، ان سے معافی مانگنے لیکن وہ آخری دم تک راضی نہیں ہوئے۔" سارہ کی آواز دھیمی تھی۔ وہ جیسے ماضی میں پہنچی ہوئی تھیں۔

www.pklibrary.com

"اور باقی ددھیال والے؟" شفا نے ماں کو باتوں کے موڈ میں دیکھا تو موقع سے فائدہ اٹھا کر پوچھ لیا۔

"ایک ہی تایا تھے تمہارے۔ اپنے ابا کی طرح مغرور اور سخت مزاج، بڑا عرصہ جاتے رہے حسان ان کے پاس بھی اور ہوسکتا ہے وہ راضی ہو ہی جاتے لیکن اجل نے مہلت ہی نہ دی۔ اب تو ان کے انتقال کو بھی دس بارہ سال ہو گئے۔"

"چلیں جی!" شفا نے مایوسی سے سر ہلایا۔ "یعنی ہمارا کوئی رشتے دار ہے ہی نہیں۔ کیسی عجیب فیملی ہے ہماری، اور میری فرینڈز ہیں۔ اتنی بڑی بڑی فیملیز ہیں ان کی اور اوپر سے ڈھیر سارے کزنز۔"

"ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے بیٹا!" سارہ نے اس کے بال سمیٹ کر چٹیا بنائی۔ "ہم اپنے گھر میں کس قدر سکون سے اور خوش رہتے ہیں پر وہ بھی لوگ ہیں جو نہ چاہتے ہوئے بھی جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں۔ گھر چھوٹا ہوتا ہے اور ممبرز زیادہ، آپس میں لڑائی جھگڑے ہی ختم نہیں ہوتے۔"

"مما...... اگر آپ کو پاپا کے ساتھ جنگل میں بھی رہنا پڑے ناں تو مجھے یقین ہے آپ وہاں بھی خوش رہیں گی۔" شفا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں!" سارہ نے تیل کی بوتل کو ڈھکن لگا کر بند کیا اور مسکرائیں۔ "میری خوشی تو تم ہو اور تمہارے پاپا۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"مجھے تو رہنے ہی دیں۔" شفا ان کے ساتھ صوفے پر آ بیٹھی۔ "میں جانتی ہوں، آپ مجھ سے زیادہ پاپا سے محبت کرتی ہیں۔"

"ہیں!" سارہ نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ تم میری بیٹی ہو۔ میری جان ہو۔ ایک ماں کی اپنی اولاد سے محبت پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔"

"اچھا یہ بتائیں۔ آپ پاپا سے زیادہ پیار کرتی ہیں یا مجھ سے؟" شفا نے پوچھا۔

سارہ نے مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ "دونوں سے میں تم دونوں سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ تمہاری اپنی جگہ ہے اور تمہارے پاپا کا اپنا مقام ہے۔"

"دیکھا۔" شفا ان کا ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہوگئی۔ "آپ یہ بھی تو کہہ سکتی تھیں کہ آپ مجھ سے زیادہ پیار کرتی ہیں لیکن آپ کو مجھ سے زیادہ پیار ہو تو کہیں ناں۔ آپ کو تو مجھے پیدا ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ دونوں اکیلے ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ خوش رہتے ہیں ایسے ہی آگئی کباب میں ہڈی بن کر۔" وہ اونچی آواز میں بولتی اندر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ سارہ بیٹھی رہ گئیں۔

"اسے کیا ہوگیا یہ ایسے کیوں سوچنے لگی ہے۔" ان کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے۔

☆☆☆

یہ ایک بڑا اور مہنگا شاپنگ مال تھا جہاں مایا داؤد کے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی۔ اس کے سنہرے بال سیدھے تھے۔ اورنج اور گرین کنٹراسٹ کے لباس میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔ ڈل اورنج لپ اسٹک اس پر بہت جچ رہی تھی۔

مایا نے گردن موڑ کر ساتھ چلتے داؤد کو دیکھا۔ وہ دراز قد تھا۔ سرخ و سفید رنگت کے ساتھ براؤن گھنے بال اور براؤن مونچھیں۔ تیکھے نین نقش کے ساتھ وہ کسی حد تک یورپین لگتا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ بے حد وجیہہ اور دلکش تھا۔ اور ۔۔۔ اس میں پائی جانے والی مخصوص قسم کی بے نیازی اس کی کشش کو اور بڑھا دیتی تھی لیکن مایا صرف اس کی شخصیت کے سحر کا شکار ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے داؤد کی طرف راغب ہونے کی بڑی وجہ داؤد کا سوشل اسٹیٹس تھا جو ہر گزرتے دن کے ساتھ بہتر ہو رہا تھا۔

وہ ایک کامیاب بزنس مین تھا۔ اپنی انتھک محنت کی بدولت ایک فیکٹری کا مالک بن چکا تھا اور اب آگے اس کی ترقی کے امکانات بے حد روشن تھے۔

"آئس کریم کھائیں۔" مایا داؤد کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

"ٹھیک ہے۔" داؤد نے کہا پھر اس کے

www.pklibrary.com

ہاتھوں میں پکڑے شاپنگ بیگز کو دیکھا۔ "تم نے کچھ اور لینا ہے۔"

"نہیں۔ فی الحال بس اتنا ہی۔" مایا نے کندھے اچکائے کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک آئس کریم پارلر میں بیٹھے تھے۔

"یہاں کی آئس کریم بہت اچھی ہے۔" مایا نے آئس کریم کھاتے ہوئے تعریف کی۔

داؤد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے موبائل پر میسجز چیک کر رہا تھا۔

"داؤد کم از کم جب تم میرے ساتھ ہوتے ہو تو اس فون کو بند کر دیا کرو۔" مایا نے نروٹھے پن سے کہا۔

"بس کچھ ضروری چیزیں دیکھ رہا تھا۔" داؤد نے موبائل ٹیبل پر رکھا اور آئس کریم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم آج کل کچھ زیادہ ہی بزی نہیں رہنے لگے ہو۔" مایا نے پوچھا۔

ہوں! داؤد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہم پورے پندرہ دن بعد ملے ہیں آج۔" مایا نے ہلکا سا شکوہ کیا۔

"ان فیکٹ کام بہت بڑھ گیا ہے آج کل۔ بہت سارے آرڈرز لے لیے ہیں۔ انہیں ٹائم پر کمپلیٹ کرنا ہے۔" داؤد نے کہتے ہوئے رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا۔ "بس اب تمہیں گھر ڈراپ کر کے سیدھا آفس جاؤں گا۔ ایک ضروری میٹنگ ہے۔"

"منگیتر کو ٹائم دینا بھی ضروری ہے۔"

"دے تو رہا ہوں یار۔" داؤد نے ایک بار پھر موبائل دیکھا۔ "ویسے میں جو محنت کر رہا ہوں یہ بھی تمہاری خاطر ہی کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" مایا دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے نزاکت سے مسکرائی۔

"اور آئس کریم منگواؤں؟" داؤد نے پوچھا۔

"اب تمہیں اتنی جلدی ہے تو پھر رہنے دو۔" مایا نے منہ بنا کر کہا۔

"یہ کہو کہ موٹا ہونے کا ڈر ہے۔ اس لیے منع کر رہی ہو۔" داؤد مسکرایا۔

"یہ بھی ہے۔" مایا ہنسی۔

"چلو پھر چلتے ہیں۔" داؤد اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

"حسان!" سارہ نے ہاتھوں پر موئسچرائزر لگاتے ہوئے شوہر کو مخاطب کیا۔ وہ بیڈ پر تکیوں سے ٹیک لگائے نیم دراز کتاب پڑھ رہے تھے۔

"ہوں!" انہوں نے کتاب سے توجہ ہٹائے بغیر کہا۔

"شفا آج کل کچھ عجیب سا بی ہیو کرنے لگی ہے۔" وہ بیڈ پر آ بیٹھیں۔

"کیا مطلب؟" حسان نے عینک کے اوپر سے انہیں دیکھا۔

"اسے لگتا ہے جیسے میں اور آپ اسے زیادہ پیار نہیں کرتے بلکہ شاید اس سے زیادہ ہم ایک دوسرے کو توجہ دیتے ہیں۔" سارہ الجھے ہوئے انداز میں بولیں۔

"اٹس نارمل" حسان نے کتاب الٹی کر کے سینے پر رکھی۔ "اس عمر میں عام طور پر بچے ایسے رویوں کا اظہار کرتے ہیں۔ ان میں باغی پن آ جاتا ہے۔ وہ زیادہ حساس ہو جاتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"وہ بچی نہیں ہے حسان۔ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہے۔ اچھی خاصی سمجھدار ہے۔ میں اسے فل اٹینشن دیتی ہوں۔ اس کے باوجود وہ بھی وہ مجھ سے ناراض رہتی ہے۔ پتا نہیں کیوں۔"

"اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اکیلی ہے۔ کوئی اور بہن بھائی نہیں ہے اس کا۔" حسان نے عینک اتار کر کتاب کے اوپر رکھی۔ "میں نے کہا ناں۔ یہ سب وقتی ہے۔ تم پریشان مت ہو۔"

"اچھا۔ اس کی طرف سے تو پریشان نہیں ہوتی لیکن آپ کا کیا کروں؟" سارہ نے انہیں گھورا۔

"میں نے کیا کیا ہے۔" حسان نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔

www.pklibrary.com

میں نے آپ سے کہا تھا کہ رات کے کھانے کے بعد تھوڑی سی واک کر لیں اور آپ آ کے لیٹ گئے ہیں۔ صبح بھی آپ واک پر نہیں جاتے۔"

"اچھا یار! بور مت کرو۔" حسان نے دوبارہ عینک لگا کر کتاب نظروں کے سامنے کر لی۔ "بہت اچھی بک پڑھ رہا ہوں۔"

"حسان۔ میری باتوں کو ٹالیں مت۔ یہ بہت ضروری ہے آپ کے لئے آپ کا ویٹ بڑھ رہا ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔" سارہ نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

حسان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سارہ چند لمحے انہیں دیکھتی رہیں پھر اٹھتے ہوئے بولیں۔

"میں لائٹ آف کر رہی ہوں۔ اب سو جائیں صبح میں نے آپ کو واک کے لیے جلدی اٹھانا ہے۔"

"بہت ظالم ہو تم!" حسان نے کتاب بند کر کے سائڈ ٹیبل پر رکھی۔

"سچ کہتی ہے میری بیٹی۔ تم بالکل بھی پیار نہیں کرتیں ہم دونوں سے۔"

"پیار کرتی ہوں تب ہی تو کہہ رہی ہوں۔" سارہ نے لائٹ آف کر دی۔

☆☆☆

شام جاتے جاتے آخری بار پلٹ کر گھر میں جھانک رہی تھی۔ مایا اپنے کمرے میں بیڈ پر ڈھیروں سامان پھیلائے بیٹھی تھی۔ یہ اس کی داؤد کے ساتھ کی جانے والی شاپنگ تھی۔ پاس ہی بیٹھی رابعہ کے چہرے پر ناراضی تھی البتہ لیلیٰ اشتیاق سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

"سب برانڈڈ ہیں پندرہ ہزار سے کم نہیں ہے کوئی جوڑا بھی۔" مایا نے شاپر سے کپڑے نکال کر دکھاتے ہوئے کہا۔

کیا ہیں۔"

"ابھی صرف منگنی ہوئی ہے۔ ابھی تم داؤد کی ذمہ داری نہیں ہو۔" رابعہ نے ناگواری سے سامنے بکھرے سامان کو دیکھا۔ "اپنی نہیں تو ہماری عزت کا ہی کچھ خیال کرو۔ دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کر دیا ہے تم نے اس کو شادی سے پہلے تو لڑکیاں گفٹ تک نہیں لیتیں۔ اپنے وقار کا خیال رکھتی ہیں۔"

"اور شادی کے بعد شوہر کو دینے کی عادت ہی نہیں رہتی۔" مایا نے تنی سے جواب دیا۔ "اپنی پرانے زمانے کی سوچیں آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔ میں جس طرح اسے ہینڈل کر رہی ہوں کرنے دیں۔"

"تو یوں کہو ناں کہ تم داؤد کی ٹریننگ کر رہی ہو۔" لیلیٰ ہنسی۔

"بالکل!" مایا نے شاپر سے ہینڈ بیگ نکال کر دکھا۔ "بھئی جب رشتہ جڑ گیا ہے تو اگلے بندے کو پتا ہونا چاہیے کہ اس لڑکی پر خرچ کرنا پڑے گا۔ ابھی سے کرے گا تو شادی کے بعد اسے مشکل نہیں ہو گی۔ صاف بات ہے، میں تو گھٹ گھٹ کر نہیں جی سکتی۔"

"جو نصیب میں ہو۔ وہ مل کر ہی رہتا ہے۔ اس کے لیے کسی پلاننگ یا پلاٹنگ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے عزت نفس جس کی تمہیں بالکل پروا نہیں ہے۔" رابعہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"امی! آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔" مایا نے جھلا کر انہیں دیکھا۔

"داؤد کو اچھا لگتا ہے مجھ پر خرچ کرنا میں اس پر کوئی زبردستی تو نہیں کرتی ناں۔ اور آپ خود سوچیں۔ مجھ جیسی خوب صورت لڑکی اسے کہیں اور مل سکتی ہے؟ وہ مجھے خوش کرنے کے لیے یہ سب کچھ کرتا ہے اور وہ بھی اپنی مرضی سے۔"

www.pklibrary.com

"یہ پھیلاوا جلدی سمیٹو لیا آنے والے ہیں۔ تمہارے وہ نہ ہی دیکھیں تو بہتر ہے۔" راحیلہ ناراض لہجے میں کہتے ہوئے اٹھیں اور کمرے سے چلی گئیں۔

"امی کا موڈ آف ہو گیا ہے۔" لیلیٰ نے فکر مندی سے کہا۔

"چھوڑو، تم یہ دیکھو، میں نے کاسمیٹکس کا سامان بھی لیا ہے۔" مایا نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے مزید ڈبے کھولنے شروع کیے۔

"ابھی تم رکھو۔ میں کچن دیکھ لوں۔ ابا آنے والے ہیں۔" لیلیٰ بھی اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

"ہونہہ! سب جلتے ہیں مجھ سے۔" مایا نے بڑبڑاتے ہوئے چیزیں [illegible] شروع کر دیں۔

☆☆☆

"شفا، چلو آج سیٹرڈے [illegible] مناتے ہیں۔" رات کا کھانا کھانے کے بعد حسان نے شفا کو مخاطب کیا۔

"وہ کیسے پاپا؟" شفا پرجوش ہوئی۔

"کوئی اچھی سی ہارر موومی دیکھتے ہیں۔" انہوں نے آئیڈیا پیش کیا۔

"میں لاتی ہوں۔" شفا خوشی خوشی اٹھ کر اندر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ سارہ جو برتن سمیٹ رہی تھیں تحمل سے برتن اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"پہلے اس سے پوچھ تو لیں۔ منڈے کو اس کا کوئی ٹیسٹ تو نہیں ہے۔"

"کل چھٹی ہے ناں۔ پڑھ لے گی۔" حسان لاپروائی سے کہتے ہوئے ٹی وی کے سامنے آ بیٹھے۔

"پاپا اپنے کولیکشن میں سے سب سے خوفناک موومی لاتی ہوں۔ ڈرئیے گا مت۔" شفا ہاتھ میں ڈی وی ڈی لیے چلی آئی۔

"بیٹا! تم اسے لگاؤ، میں ذرا چائے بنا لوں۔" حسان اٹھ کھڑے ہوئے۔

"خبردار!" سارہ نے انگلی اٹھا کر انہیں روکا۔ "آپ کچن میں نہیں جائیں گے۔ میں خود چائے بنا کے لاتی ہوں۔"

"بیگم، تم نے کچن میں میرا داخلہ بالکل بند رکھا ہے۔ میں کوئی اچھوت تو نہیں ہوں۔" حسان مصنوعی ناراضی سے بولے۔

"آپ اچھوت نہیں ہیں بلکہ اول درجے کے پھوہڑ ہیں۔ ایک چائے کا کپ بنائیں گے اور سارا کچن پھیلا دیں گے۔ اوپر سے چائے بھی ایسی ہوگی کہ آپ سے خود بھی پی نہیں جائے گی۔" سارہ جتاتے ہوئے بولیں۔

"کروں گا نہیں تو سیکھوں گا کیسے۔" حسان نے احتجاج کیا۔

"کیا ضرورت ہے سیکھنے کی۔ آپ نے کون سا الگ گھر جانا ہے۔ میں لاتی ہوں چائے۔" سارہ کہتے ہوئے کچن میں چلی گئیں۔

"بہت ظالم ہے تمہاری ماں۔" حسان نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے شفا سے شکایت کی۔

"پاپا آپ واقعی بہت بری چائے بناتے ہیں۔ میں نے پی ہوئی ہے۔" شفا نے مووی لگاتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ اب میں بہت اچھی چائے بنانے لگا ہوں۔ کسی دن پلاؤں گا تمہیں۔" وہ مسکرائے۔

"تو دے پاپا۔" شفا صوفے سے ٹیک لگا کر نیچے کارپٹ پر بیٹھ گئی۔ سارہ چائے لے کر آئیں تو انہوں نے کہا۔

"سارہ! مجھے ایک گلاس پانی اور ٹیبلیٹ پلیز۔"

سارہ نے چونک کر ان کی شکل دیکھی۔ ان کی پیشانی پر پسینہ آ رہا تھا۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ ذرا مشکل سے سانس لے رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے۔" وہ گھبرا گئیں۔ "آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں" حسان نے سینے کو مسلتے ہوئے انہیں تسلی دی۔ "بس پانی دے دو۔"

سارہ جلدی سے پانی لے آئیں۔

"چلیں ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں" [illegible]

www.pklibrary.com

پانی دیتے ہوئے انہوں نے پریشان لہجے میں کہا۔

حسان نے پانی پی کر گلاس انہیں واپس کیا اور چہرے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے بولے۔ ''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں۔''

''آر یو شیور۔'' سارہ نے فکر مندی سے ان کے ماتھے کو ہاتھ لگا کر چیک کیا۔

''ہاں ہاں کبھی کبھی ہو جاتا ہے ایسا۔ ڈونٹ وری۔'' حسان نے ایزی ہو کر صوفے سے ٹیک لگائی۔

''پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے اور آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں۔'' سارہ نے بے چینی سے کہا۔

''تم ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جاتی ہو۔ اس لیے ذکر نہیں کیا تھا۔ کوئی ایسا سیریس پرابلم نہیں ہے۔ بالکل ٹھیک ہوں میں اب۔'' حسان مسکرائے۔ لیکن ان کی پھیکی پڑتی رنگت سارہ سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

''بس کل ہی چلتے ہیں ڈاکٹر کے پاس۔ اور اب میں آپ کا کوئی بہانا نہیں سنوں گی۔'' انہوں نے فیصلہ صادر کیا۔ حسان کی صحت کے حوالے سے ان کے دل کو ایسی پریشانی لگی تھی کہ وہ سب کچھ بھول گئی تھیں۔

☆☆☆

مایا نے تیار ہو کر آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ بلیک شرٹ اور وائٹ ٹراؤزر کے ساتھ وہ وائٹ اور بلیک پرنٹ کا دوپٹا اوڑھے ہوئے تھی۔

سنہرے بال اونچی پونی کی شکل میں بندھے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں کاجل اور لبوں پر ریڈ لپ اسٹک، وہ مطمئن ہو کر آئینے کے سامنے سے ہٹی۔ اپنا پرس اٹھایا اور کچن میں چلی آئی۔ رابعہ کچن میں تھیں۔

''امی! میں ذرا عبیرہ کی طرف جا رہی ہوں۔'' اس نے دروازے میں کھڑے ہو کر اطلاع دی۔

رابعہ رول بنانے کے لیے مسالہ تیار کر رہی تھیں۔ اس کی آواز پر پلٹیں اور اسے تک سک سے تیار دیکھ کر ان کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

''کبھی گھر میں بھی ٹک جایا کرو۔ آج لیلیٰ کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں سو کام پڑے ہیں۔ میں اکیلی جان کیا کیا کروں۔''

''تو لیلیٰ کی چھٹی کرا لیتی تھی ناں آج۔'' مایا نے بگڑ کر جواب دیا۔

''مجھے تو ویسے بھی مہمانوں کے سامنے نہیں جانا ہوتا۔''

''ضروری جانا تھا اس کو۔ آ جائے گی آدھی چھٹی لے کر اور تمہیں میں نے مہمانوں کے سامنے جانے سے منع کیا ہے۔ کچن میں آنے سے نہیں۔ عبیرہ کی طرف کسی اور دن چلی جانا۔ ابھی آ کر میری ہیلپ کرواؤ۔'' رابعہ نے چولہا بند کرتے ہوئے کہا۔

''سوری امی۔ اب میں تیار ہو چکی ہوں۔'' مایا نے ٹکا سا جواب دیا۔ ''اور آپ اتنا سب کچھ تیار کرنے سے پہلے یہ تو پتا کر لیں کہ لوگ کیسے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر ساری محنت ضائع ہو جائے۔''

''میری بات ہوئی ہے لڑکے کی ماں سے فون پر۔'' رابعہ نے فریج سے دہی نکالا۔ ''اچھے لوگ لگ رہے ہیں۔ بس اللہ کرے اس دفعہ بات بن جائے۔''

''اچھا میں چلتی ہوں۔'' وہ پلٹی۔

''اپنی لپ اسٹک ہلکی کر لو۔'' رابعہ نے پیچھے سے پکار کر کہا وہ کان لپیٹ کر نکل گئی۔

عبیرہ کی کوٹھی اتنی شان دار تھی کہ کسی کو بھی کامپلیکس میں مبتلا کر سکتی تھی اور وہ ہو بھی جاتی اگر دادا اتنا ہی شان دار گھر خرید نہ چکا ہوتا۔ مایا سیدھی اندر چلی گئی۔ عبیرہ ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی اور اب ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ناشتے کا انتظار کر رہی تھی۔

''لڑکی کتنی سست ہو تم۔'' مایا ڈائننگ چیئر گھسیٹ کر اس پر بیٹھی۔

''تمہارے فون نے مجھے اٹھایا۔ ورنہ میں نے ابھی اور سونا تھا۔'' عبیرہ کی آنکھوں میں نیند بھری تھی۔ لمبے سیاہ بالوں کا اونچا سا جوڑا بنائے۔ وہ ابھی بھی نائٹ ڈریس میں تھی۔

''یہ بات ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔ تم سو جاؤ۔'' مایا نے انگلی سے ٹیبل بجاتے ہوئے کہا۔

''فضول باتیں مت کرو۔'' عبیرہ نے ہاتھ سے جمائی روکی۔

http://www.paknovelsurdu.com

www.pklibrary.com

ملازمہ ٹیبل پر ناشتا لگا رہی تھی جب ارسل کمرے میں داخل ہوا۔ تو پیس سوٹ میں ملبوس امپورٹڈ پرفیوم سے مہکتا ہوا وہ کافی فریش لگ رہا تھا۔ ملایا نے استعجابیہ انداز میں عمیرہ کی طرف دیکھا۔ اس نے باچھیں پھیلا دیں۔

"بھائی آفس جا رہے تھے۔ تمہارے آنے کا سن کر چھٹی کر لی۔" عمیرہ کی بات سن کر کرسی پر بیٹھتا ہوا ارسل ملایا کی طرف جھک کر بولا۔

"ملایا کے اعزاز میں اتنا تو کیا ہی جا سکتا ہے۔"

"آپ ایک انگیجڈ لڑکی پر لائن مار رہے ہیں ارسل بھائی۔" ملایا مسکرائی۔

"ہائے!" ارسل دل پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔ "بھائی مت کہو سیدھا دل پر لگتا ہے۔"

ملایا اور عمیرہ ہنسنے لگیں۔ ارسل ملایا کو پسند کرتا تھا اور اس کا اظہار اکثر کرتا رہتا تھا۔ عمیرہ سے اس کی دوستی یونیورسٹی کے آخری دنوں میں ہوئی تھی۔

عمیرہ کے والدین اس کے بچپن میں ہی کار ایکسیڈنٹ میں انتقال کر چکے تھے۔ ارسل نے اسے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا تھا۔ وہ اپنے بھائی سے بہت پیار کرتی تھی اور دل و جان سے چاہتی تھی کہ ملایا ارسل کی ہو جائے لیکن ملایا داؤد کے ساتھ اپنے رشتے پر مطمئن تھی۔ یہ ٹھیک تھا کہ ارسل خاندانی امیر تھا لیکن داؤد جیسی ذہانت اور قابلیت اس میں نہیں تھی۔

ملایا کو یقین تھا کہ داؤد اپنی ان تھک محنت کی بدولت جلد ہی بہت سوں سے آگے نکل جائے گا۔ اور وہ ترقی کے اس سفر میں اس کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

"کولیسٹرول بہت زیادہ ہے آپ کا اور بلڈ پریشر بھی ہائی ہے۔" سارہ نے رپورٹس دیکھ کر حسان کو بتایا۔ وہ دونوں اس وقت لونگ روم میں موجود تھے۔

"کولیسٹرول اور بلڈ پریشر یہ دونوں بیماریاں آج کل فیشن میں ہیں۔" حسان نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"بہرحال۔" سارہ نے گہری سانس لی۔

"آج سے چٹ پٹے اور مرغن کھانے بالکل بند اور واک پر آپ پابندی سے جائیں گے۔"

"فی الحال تو مجھے کچھ کھانے کو دو۔ پھر مجھے آفس بھی جانا ہے۔" حسان نے موبائل چیک کرتے ہوئے کہا۔

"مما کھانا دے دیں۔" یہ شفا تھی وہ ابھی ابھی کالج سے آئی تھی اور اب کپڑے بدل کر کھانا مانگ رہی تھی۔

"پہلے بابا کی رپورٹ دیکھو ذرا۔" سارہ نے رپورٹس اس کی طرف بڑھائیں۔ شفا نے رپورٹس دیکھیں اور پھر باپ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "بابا یہ تو بہت غلط بات ہے۔ آپ بالکل بھی اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتے۔" اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"موت کا ایک وقت مقرر ہے بیٹے۔ فضول میں ٹینشن لینے کا کیا فائدہ۔" حسان نے موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے کرتے جواب دیا۔

"انہیں چھوڑو۔ ان سے کیا کہتی ہو۔" سارہ نے شفا سے کہا۔

"جو کرنا ہے میں نے ہی کرنا ہے۔ تم مجھے نیٹ پر سے کچھ اور ہیلدی (Healthy) کھانوں کی ریسیپیز نکال کر دینا۔ ٹائم پر دوائیں لیں گے اور پابندی سے واک کریں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔"

"یار بیگم! خدانخواستہ مجھے کینسر تو نہیں ہو گیا جو ایسے پریشان ہو رہی ہو۔ یہ عام سے مسئلے ہیں جو آج کل ہر بندے کو ہیں۔ تم خوامخواہ ٹینشن لے رہی ہو۔" حسان چڑ سے گئے۔

"اللہ نہ کرے۔ منہ سے بات تو اچھی نکالا کریں کم از کم۔"

سارہ بڑبڑاتی ہوئی خفا سی کچن میں چلی گئیں۔ شفا حسان کے پاس آ بیٹھی۔ بیماری چاہے عام سی ہو لیکن وہ محبت خاص تھی۔ بہت خاص جو سارہ اور شفا کو حسان سے تھی۔ اور محبت بہت بزدل ہوتی ہے ہر وقت چھن جانے کے خوف میں مبتلا۔ کاش کوئی تو ایسا آب حیات

ہوتا — جو اپنوں کے ساتھ کو دوام بخش دیتا۔ کوئی ایسی مقبول دعا کوئی ایسا وظیفہ ہوتا جو پیاروں کو کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتا لیکن اس فانی دنیا میں صرف ایک چیز کو بقا حاصل ہے اور وہ ہے موت۔

☆☆☆

مایا نے دھلے ہوئے کپڑے تار پر سے اتارے۔ آسمان سیاہ بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ اس نے کپڑے اندر لا کر بیڈ پر ڈالے اور کھڑکی کی طرف بڑھی۔

''باہر اتنا زبردست موسم ہو رہا ہے اور آپ لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے۔'' اس نے کھڑکی کھول دی کمرہ تازہ ہوا سے بھر گیا۔ بیڈ پر بیٹھی رابعہ نے کپڑے تہ کرنے شروع کر دیے تھے۔ لیلیٰ صبح کالج جانے کے لیے کپڑے استری کر رہی تھی۔ اس کے رشتے کے لیے جو لوگ آئے تھے وہ رابعہ اور انعام صاحب کو بہت پسند آئے تھے۔ لڑکا پڑھا لکھا تھا اور پرائیویٹ کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھا۔ وہ لوگ رشتہ مانگ کے گئے تھے۔ اب اگلے اتوار کو رابعہ اور انعام صاحب نے ان کے گھر جانا تھا۔

''امی، اب تو ملا دیں مجھے احمر بھائی سے۔'' مایا ماں کے پاس بیڈ پر آ بیٹھی۔ ''اب تو لیلیٰ انہیں پسند آ چکی ہے۔ مجھے دکھو کر دو اسے ناپسند کرنے سے تو رہے۔''

http://www.paknovelsurdu.com

''ہاں...... ہاں اگلی دفعہ گھر بلائیں گے تو مل لینا۔'' رابعہ مسکرائیں۔ ''ایک دفعہ لیلیٰ کی بات پکی ہو جائے تو تم دونوں کی اکٹھی شادی کر دوں گی۔ ان شاء اللہ۔''

''اس طرح تو بالکل بھی مزا نہیں آئے گا۔'' مایا نے منہ بنایا۔ ''پہلے آپ لیلیٰ کی کیجیے گا میری بعد میں۔''

''اتنا صبر کر لے گا داؤد!'' لیلیٰ نے مڑ کر شرارت سے اسے دیکھا۔

''وہ تو کر لے گا تم اپنی سناؤ۔ تمہارے احمر صاحب بالکل بھی صبر کرنے والے نہیں لگتے۔'' مایا زیر لب ہنسی پھر رابعہ کی طرف مڑ کر بولی۔ ''امی لکھوا لیں آپ مجھ سے۔ منگنی ہوتے ہی انہوں نے شادی کی رٹ لگا لینی ہے۔''

''اللہ خیر سے وہ دن لائے۔ میں تو خود اب دیر کرنے والی نہیں ہوں۔'' رابعہ نے گہری سانس لے کر کہا۔

مایا کے موبائل کی رنگ بجنے لگی تھی۔ اس نے فون اٹھا کر دیکھا۔ داؤد تھا۔ وہ موبائل لے کر باہر آ گئی۔ برآمدے کی بیرونی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر اس نے فون اٹینڈ کیا۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' داؤد پوچھ رہا تھا۔

مایا نے سامنے برستی موسلا دھار بارش کو دیکھا اور مسکرائی۔

''بارش انجوائے کر رہی ہوں اور تم؟''

''میں!'' داؤد نے گہری سانس لی۔ ''سوچ رہا ہوں۔''

''کیا'' مایا نے پوچھا۔

''داؤد اپنے کمرے میں کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر اس نے بارش کو اپنے ہاتھ پر محسوس کیا اور بولا۔

''مجھ کو داچھے لگتے ہیں

بادل بارش اور تم۔''

''اس وقت تمہارے پاس تینوں ہیں۔'' مایا مسکرائی۔

''بادل اور بارش ہیں۔ تم تو نہیں ہو۔'' داؤد نے ہاتھ اندر کر لیا۔ بارش پھسل گئی تھی۔ ہاتھ خالی تھا۔

''تمہارے پاس نہ سہی۔ ساتھ تو ہوں۔'' مایا نے ہوا سے اڑتے اپنے بال سمیٹے ''خالہ کیا کر رہی ہیں۔''

داؤد نے ناک سکیڑ کر کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔

''پکوڑوں کی خوشبو آ رہی ہے۔ امی کچن میں پکوڑے بنا رہی ہیں شاید۔''

''داؤد!'' مایا کی آواز دھیمی ہو گئی۔ ''ایک بات کہوں۔''

''ہوں۔''

''تم کک کیوں نہیں رکھ لیتے۔ دیکھو خالہ کی عمر

www.pklibrary.com

تو نہیں ہے ناں اب کچن میں خوار ہونے کی۔ اور مجھے بھی کوئی خاص شوق نہیں ہے کوکنگ کا۔" مایا کے لہجے میں اصرار تھا۔

"اچھا۔" داؤد ایک پل کے لیے خاموش ہوگیا پھر بولا۔ "ہاں یاد آیا۔ تم کسی دن آؤ ناں۔ امی پوچھ رہی تھیں تمہارا۔ انہوں نے کوئی زیور بنوایا ہے تمہارے لیے وہ تمہیں دکھانا چاہ رہی ہیں۔ کہو تو میں پک کرلوں تمہیں۔"

"اوکے!" مایا خوش ہوگئی۔ "بتاتی ہوں پروگرام۔"

بات ختم کرکے داؤد نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ بارش آہستہ ہوگئی تھی۔ بادل اڑ کر کسی اور دیس جا رہے تھے۔ لان کے درخت جھوم جھوم کر ایک دوسرے کے گلے مل رہے تھے۔ پھول اپنے رخساروں پر بارش کے قطرے لیے لجا رہے تھے۔ نہ جانے کیوں مایا سے مل کر اس سے بات کرکے اسے ہمیشہ ایک تشنگی کا احساس ہوتا تھا۔

کچھ تھا ان کے تعلق میں جو مسنگ تھا۔ کوئی کمی جو اپنے ہونے کا شدت سے احساس دلاتی تھی۔ ایسی تشنگی جو دل میں کانٹے کی طرح چبھتی تھی۔

☆☆☆

وہ سادہ سی ایک شام تھی جب ایک چھوٹی سی تقریب میں لیلیٰ کی انگلی میں احمر کے نام کی انگوٹھی پہنادی گئی۔ ہاجرہ بیگم اور داؤد بھی مدعو تھے۔ لیلیٰ گرے فینسی لمبی فراک میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ احمر خوش مزاج اور ہنس مکھ لڑکا تھا۔ لمحوں میں بے تکلف ہوجانے والا۔ سو سب بے حد خوش اور مطمئن تھے۔

"بھئی رابعہ! اب لیلیٰ کے ساتھ ساتھ میری بہو کو بھی رخصت کرنے کی فکر کرو۔ بہت رولی میں اکیلی اب نہیں رہا جاتا۔"

مہمانوں کے جانے بعد بڑے کمرے میں محفل جمی ہوئی تھی جب ہاجرہ بیگم نے رابعہ سے مطالبہ کیا۔

"کیوں نہیں آپا!" رابعہ نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"میرا بھی یہی پروگرام ہے۔ بس کچھ تیاری ہوجائے۔"

"مایا کی تو تم بالکل فکر مت کرو۔ یہ تو میری بیٹی ہے۔ اس کے لیے تمہیں کچھ بھی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میں کچھ لوں گی بھی نہیں۔" ہاجرہ بیگم نے صاف لفظوں میں بتایا تھا۔

"لیکن آپا!" رابعہ کچھ ہچکچا کر بولیں۔ "دستور زمانہ ہے اور پھر جو اس کا حق ہے تو دینا ہی ہے نا۔"

"میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ میں اس گھر سے مایا کے علاوہ کچھ نہیں لوں گی۔ تم صرف لیلیٰ کی فکر کرو۔"

اس گفتگو سے بے نیاز لیلیٰ اور مایا اپنے کمرے میں تھیں۔ لیلیٰ اپنی جیولری اتار رہی تھی۔ مایا نے اسے تعریفی انداز میں دیکھا۔

"چیزیں تو اچھی لائے ہیں تمہارے سسرال والے۔"

"ہاں اللہ کا شکر ہے۔" لیلیٰ نے دوپٹہ اتار کر کرسی کی پشت پر ڈالا۔ "داؤد کہاں ہے۔ تم ذرا اس کو دیکھ لو۔"

مایا اجازت میں سر ہلا کر باہر نکل آئی۔ داؤد ٹیرس پر کھڑا تھا۔ شام سیاہ آنچل اوڑھ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ جا کھڑی ہوگئی۔ داؤد نے رخ موڑ کر اسے دیکھا اور ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔"

"میں ہمیشہ ہی اچھی لگتی ہوں۔" وہ ذرا فخر سے مسکرائی تھی۔ سفید لمبر ایمبرائیڈڈ لباس میں وہ واقعی دل کو چھو جانے کی حد تک اچھی لگ رہی تھی۔ سنہری بال فرنچ بینڈ میں مقید تھے۔

داؤد ہلکا سا ہنس کر خاموش ہوگیا۔ ان کے درمیان ہمیشہ لفظوں کی قلت رہتی تھی۔ عجیب بات تھی۔ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ گزارنے کے خواہاں تھے پھر بھی نہ چاہنے کے باوجود اجنبیت کسی تیسرے

فریق کی مانند ان کے درمیان زبردستی گھس آتی تھی۔ انہیں آپس میں بات کرنے سے پہلے ہمیشہ یہ سوچنا پڑتا تھا کہ کیا بات کی جائے۔ کچھ لمحے مزید خاموشی کی نذر ہو گئے۔

"آئس کریم کھاؤ گی۔" بالآخر داؤد نے آفر کی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔" مایا مسکرائی۔

"لیلیٰ اور بلال کو بھی بلا لو۔"

"او کے۔" مایا اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

رات کے ڈھائی بج رہے تھے کمرے میں اے سی کی خنکی پھیلی تھی۔ نائٹ بلب کی مدہم روشنی میں بیڈ پر محوِ خواب داؤد صاف خراٹے لے رہا تھا۔ یکایک موبائل فون کی بیل بجی داؤد نے نیند میں ہی ادھر ادھر ہاتھ مار کر موبائل بازیاب کر کے کان سے لگایا۔

"ہیلو۔" اس کی آواز میں نیند بھری تھی۔ دوسری طرف اس کا اسسٹنٹ تھا۔

"سر ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔"

داؤد کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔

"بخاری صاحب کیا ہوا۔ خیریت تو ہے۔"

"خیریت نہیں ہے سر۔" بخاری گھبرائی ہوئی آواز میں بول رہا تھا۔

"فیکٹری میں آگ لگ گئی ہے۔ آپ جلدی سے آ جائیں۔"

"کیا؟" داؤد پر جیسے بجلی گری تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا "کیسے۔"

"آئی ڈونٹ نو سر۔ گیس لیک تھی یا شارٹ سرکٹ۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں نے فائر بریگیڈ والوں کو بلایا ہے۔ آپ بھی آ جائیں۔"

داؤد نے تیزی سے موبائل اور والٹ اٹھایا تھا۔ کار کی چابی لے کر وہ باہر نکلا۔ ہاجرہ بیگم کے کمرے کے باہر سے گزرتے ہوئے اس کے قدم رکے۔ ان کے کمرے کی لائٹ آن تھی۔ اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔ ہاجرہ بیگم جائے نماز پر تھیں۔ شاید وہ تہجد پڑھ رہی تھیں۔ وہ بے چینی سے ان کی نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ سلام پھیر کر ہاجرہ بیگم نے سامنے دیکھا۔ ان کا خوبرو بیٹا شب خوابی کے لباس میں کھڑا ہونٹ کچل رہا تھا۔

"خیریت ہے بیٹے۔" ہاجرہ بیگم نے شفقت سے پوچھا۔

"امی فیکٹری میں آگ لگ گئی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔" داؤد نے اطلاع دی۔

"اللہ خیر۔" انہوں نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"بس آپ دعا کریں نقصان زیادہ نہ ہوا ہو۔" وہ باہر نکل گیا۔

"حوصلے سے بیٹا۔" وہ دروازے تک اس کے پیچھے گئی تھیں۔ "دھیان سے ڈرائیو کرنا۔"

گاڑی پورچ سے نکلنے تک وہ اس پر آیات پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہیں چوکیدار نے بیرونی گیٹ بند کیا تو وہ واپس پلٹ کر جائے نماز پر آ بیٹھیں۔ ان کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھے ہوئے تھے۔

فیکٹری آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھی۔ آگ کی لپٹیں آسمان کی طرف جا رہی تھیں۔ فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آگ بجھانے کی کوشش میں مصروف تھیں۔

داؤد پاس ہی اپنی گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے اس کی برسوں کی محنت آگ میں جل رہی تھی۔

باپ کے چھوڑے ہوئے قلیل سرمائے سے اس نے کاروبار کا آغاز کیا تھا۔ پھر اس کے بعد اس نے دن کا سکون اور رات کی نیند خود پر حرام کر لی تھی۔ دن رات کی مسلسل محنت کے بعد آج وہ کاروباری حلقوں میں ایک معتبر مقام حاصل کر چکا تھا اور اب اچانک جیسے وہ آسمان سے زمین پر آ گرا تھا یا شاید زمین بھی اس کے قدموں کے نیچے نہیں تھی۔ شاید وہ ہوا میں معلق تھا۔

کس قدر ظالم چیز ہے یہ آگ جلا دینے والی، خاکستر کر دینے والی۔ منٹوں میں بھسم کر دینے والی۔ یہ جہنم صفت آگ جلا رہی تھی وہ سب کچھ جو اس نے حاصل کرنے میں کئی برس لگائے تھے۔ اور وہ بے بس

www.pklibrary.com

بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

ڈرائنگ روم میں سبھی موجود تھے۔ رابعہ بیگم، انعام صاحب، لیلیٰ بلال اور مایا۔ وہ سب فیکٹری کے حادثے کا افسوس کرنے آئے تھے۔ سامنے والے صوفے پر داؤد بیٹھا تھا۔ نیلے رنگ کی شلوار قمیص میں ملبوس آستینوں کے کف پلٹے ہوئے تھے۔ اس کی شیو ہلکی سی بڑھی ہوئی تھی۔ براؤن آنکھوں میں سرخ ڈورے صاف نظر آ رہے تھے۔ اس پریشانی میں بھی وہ بلا کا وجیہہ نظر آ رہا تھا۔

اس کے بالکل ساتھ ہاجرہ بیگم بیٹھی تھیں۔ ان کے ہاتھ میں داؤد کا ہاتھ تھا۔ یہ ایک ماں کا اپنے بیٹے کو ہمت دینے کا انداز تھا۔ اور یہ ہاجرہ بیگم کے دیے گئے حوصلے کا ہی کمال تھا کہ داؤد ہمت ہارنے کے بجائے نقصان کی شدت کو کم کرنے کے لیے حالات کا مختلف زاویوں سے جائزہ لے رہا تھا۔

http://www.paknovelsurdu.com

"کتنا نقصان ہوا ہے اندازاً؟" بالآخر انعام صاحب نے کھنکھار کر پوچھا۔

"انکل! گودام میں مال پڑا تھا۔ وہ سب جل گیا ہے۔ ورکنگ ایریا میں مشینری کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ باقی فرنیچر اور بلڈنگ کو پہنچنے والا نقصان الگ ہے۔" داؤد نے تفصیلاً بتایا۔

"ہوں! انعام صاحب نے سوچ انداز میں سر ہلایا۔" بینک سے لون لینے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ باقی سب نفوس خاموشی سے یہ گفتگو سن رہے تھے۔

داؤد نے نفی میں سر ہلایا۔ "بینک سے میں پہلے ہی کافی لون لے چکا ہوں۔ اس کی انسٹالمنٹس چل رہی ہیں۔"

"میرے پاس زیور پڑا ہے۔ اسے بیچ دو۔" ہاجرہ بیگم نے بیٹے کو مشورہ دیا۔

"زیور" مایا نے دہل کر ان کی شکل دیکھی۔ اس زیور میں تو اس کا زیور بھی تھا جو ہاجرہ بیگم وقتاً فوقتاً بنوائی رہتی تھیں۔

"نہیں امی! صرف زیور بیچنے سے کام نہیں چلے گا۔" داؤد نے ماں کی طرف دیکھا۔ "یہ گھر بھی بیچنا پڑے گا۔"

مایا کے دل پر گھونسا سا پڑا۔ یہ عالیشان محل جس میں ابھی اس نے آنا تھا۔ رہنا تھا اس کی آمد سے پہلے ہی بکنے جا رہا تھا۔ اس کے در و دیوار کے ساتھ اس کے بے شمار خواب منسلک تھے یہ کیا ہو رہا تھا کیا ہونے جا رہا تھا۔

"کیا گھر بیچے بغیر کام نہیں چل سکتا۔" مایا نے حسرت سے اپنے خوابوں کے محل کو دیکھتے ہوئے داؤد سے سوال کیا۔

داؤد نے گہری سانس لے کر نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو۔" ہاجرہ بیگم نے مایا کو مخاطب کیا۔ "اللہ داؤد کو زندگی صحت دے۔ پھر بنا لے گا سب کچھ۔ زندگی میں اونچ نیچ تو آتی رہتی ہے ناں، بس اللہ ایسے نقصان سے بچائے جو ناقابل تلافی ہو۔ کیوں داؤد۔ انہوں نے داؤد کا ہاتھ دبایا۔

"جی امی۔" وہ سعادت مندی سے بولا تھا۔

"اللہ ہمت دے میرے بچے کو۔" رابعہ بیگم نے پیار سے داؤد کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم پریشان مت ہونا بیٹے۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ سب ٹھیک کر دے گا ان شاء اللہ۔"

واپسی پر مایا انعام بے حد افسردہ تھی۔ اس کے خوابوں کی دنیا بسنے سے پہلے ہی اجڑ گئی تھی۔ سب کچھ حاصل ہونے سے پہلے ہی ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ وہ خالی ہاتھ تھی۔ خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔

"زیادہ پریشان مت ہو مایا! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

واپس آ کر جب دونوں بہنیں اپنے کمرے میں پہنچیں تو لیلیٰ نے مایا کو تسلی دی۔

"کب تک؟" مایا تڑخ کر بولی۔ "پہلے دس سال لگے تھے داؤد کو اسٹیبلش ہونے میں، اب کیا مزید دس سال لگیں گے۔"

"کیوں دس سال لگیں گے؟" لیلیٰ نے اپنے بستر

اسلام علیکم

ہمارے ارد گرد بہت سے کردار ہیں جو کہ ایک لکھاری ہی جان سکتا ہے۔۔ اگر آپ ایک لکھاری ہیں اور ان کرداروں کو لکھ رہے ہیں تو ریڈرز چوائس آپ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر رہے ہیں جہاں آپ ان کہانیوں نہ صرف اچھے سے بیان کر سکیں گے بلکہ آپ کی صلاحیتوں کا لوہا بھی منوا سکتے ہیں۔ ریڈرز چوائس کا حصہ بنئے اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہوئے ہم کو اپنی تحریر (ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، مضامین، کوکنگ ریسپی) اردو میں لکھ کر ہم کو بھیجیں۔ ہم آپ کی ان تحریروں کو ایک ہفتے کے اندر اپنے ویب بلاگز (ویب سائٹس)، سوشل میڈیا گروپس، اور پیجز پر پبلش کریں گے انشاء اللہ۔ مزید تفصیلات کے لیے رابطہ کریں۔

Email Address: mobimalik83@gmail.com

READERS CHOICE

Facebook ID; https://web.facebook.com/mubarra1

Instagram; https://www.instagram.com/mobi8741/?hl=en

Facebook Groups; READERS CHOICE, NOVELS FOR YOU ALL IN ONE, REQUEST NOVEL ONLY READERS CHOICE

پر بیٹھ کر دوپٹا اتار کر تکیے پر رکھا۔ "اب شہر میں اس کا ایک نام ہے۔ مقام ہے۔ لوگ اسے جانتے ہیں۔ جلد وہ دوبارہ سب کچھ حاصل کرلے گا۔ بس تم ثابت قدم رہو۔ اس مشکل وقت میں اگر تم اس کا ساتھ دو گی۔ ہمت بندھاؤ گی تو وہ ہمیشہ اس بات کی قدر کرے گا۔"

"ہونہہ!" مایا نے نخوت سے ناک چڑھاتی اور دروازہ کھول کر بالکونی میں جا کھڑی ہوئی۔ ہوا مدہم تھی۔ سیاہ آسمان ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ اسے ہاجرہ خالہ کا پرانا گھر یاد آیا۔

چھوٹا سا بوسیدہ گھر جہاں انہوں نے ایک عمر گزاری تھی تو اب وہ لوگ دوبارہ وہاں شفٹ ہو جائیں گے۔ ایک نامعلوم مدت تک کے لیے اور وہ مایا انعام جو شہزادیوں جیسی شان رکھتی تھی۔ بیاہ کر اسی پرانے گھر میں جائے گی۔ ٹوٹے ہوئے فرش پر پوچا لگائے گی ا[illegible] یا کرے گی آگ کی تپش سے اس کی چاندی جیسی رنگت سنولا جائے گی۔ ریشمی بال جھاڑ جھنکاڑ کی [illegible] اختیار کرلیں گے۔ بالوں کو کس کر جوڑے کی شکل [illegible] ہوئے ایک عام عورت کی طرح ایک ملازم کی طرح وہ زندگی گزار دے گی اور جب تک حالات سدھریں گے وہ کیا سے کیا بن چکی ہو گی۔ اپنا حسن اپنی جوانی اپنے خواب، اپنی خواہشات سب کچھ گنوا کر سب کچھ مٹی کر کے وہ داؤد کی نظر میں دیوی بن بھی گئی تو اس سے اسے کیا حاصل ہوگا۔

"نہیں وہ اتنی بے وقوف نہیں تھی۔ وہ کبھی بھی جذباتی نہیں رہی تھی۔ وہ جانتی تھی۔ جذبات اندھے ہوتے ہیں اور انسان کو کسی بھی اندھی گلی میں لے جاسکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنا ہر فیصلہ عقل کی روشنی میں کرنے کی عادی تھی۔

وہ کوئی عام لڑکی نہیں تھی۔ وہ بے وقوف بھی نہیں تھی۔ وہ مایا تھی۔ مایا انعام، جتنی حسین اتنی ہی عقل مند، جتنی خوب صورت اتنی ہی ذہین۔

وہ مایا انعام تھی اسے راستہ بنانا بھی آتا تھا اور راستہ بدلنا بھی اور عقل کا تقاضا یہی تھا کہ جس راستے پر کانٹے لگے ہوں اسے چھوڑ دیا جائے۔ جو رشتے زندگی کو مشکل بنانے لگیں ان سے قطع تعلق کرلیا جائے۔

☆☆☆

دن رات کے آنے جانے میں عجیب سی بوریت شامل ہو گئی تھی۔ لیلیٰ اپنے کالج میں بزی تھی۔ کبھی کبھی اس کے سسرال والے آجاتے تو گھر میں کچھ گہما گہمی ہو جاتی۔

داؤد اور ہاجرہ بیگم پرانے محلے میں اپنے پرانے گھر میں شفٹ ہو گئے تھے۔ داؤد نے اپنی کوٹھی بیچ دی تھی گھر اور بینک میں رکھے سب زیور بھی بیچ دیے تھے اور اب دن رات ایک کیے اپنی پرانی پوزیشن بحال کرنے کے لیے محنت کر رہا تھا۔ اس کے پاس اپنے لیے فرصت نہیں تھی۔ کجا کہ مایا کو ٹائم دیتا ان ہی روکھے پھیکے دنوں سے گھبرا کر وہ عبیرہ کی طرف چلی آئی۔ عبیرہ اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھی۔

"اتنے دنوں سے شاپنگ کا پلان بنا رہی ہوں لیکن ارسل بھائی کو ٹائم ہی نہیں مل رہا۔ اب انہیں بتائی ہوں ۔۔۔ فون کر کے تمہارے آنے کا دیکھنا [illegible] چلے آئیں گے۔"

او[illegible] واقعی چلا آیا تھا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے صرف مایا کی [illegible] دیکھنے۔ اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے۔

مایا ناز سے مسکرا رہی۔ وہ بہت دل لگا کر تیار ہو کر آئی تھی۔ ریڈ ایمبرائڈ شرٹ اور بلو پاجامے کے ساتھ ریڈ اور بلو شیفون کے دوپٹے میں اس کا حسن نکھر آیا تھا۔ ریڈ لپ اسٹک نے چہرے کو ایک انوکھی جوت عطا کی تھی۔ سنہرے بالوں کی چٹیا بنا کر اس نے آگے کی طرف ڈالی ہوئی تھی۔

ارسل کی نظریں بار بار اس کا طواف کرتی تھیں۔ وہ بے نیاز بنی اس کی بے قراری کو انجوائے کر رہی تھی۔ ارسل نے ان دونوں کو فائیو اسٹار ہوٹل میں لنچ کروایا تھا اور اب عبیرہ شاپنگ کر رہی تھی۔ مایا اس کا ساتھ دے رہی تھی اور ارسل مایا کے ساتھ سے

http://www.paknovelsurdu.com

www.pklibrary.com

لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"تم بھی کچھ لے لو۔" اس نے مایا کو آفر کی تھی۔ جسے مایا نے سہولت سے منع کر دیا تھا۔ اسے موقع محل کا خیال رکھنا آتا تھا۔ جیولرز شاپ میں عمیرہ اپنے لیے جیولری پسند کر رہی تھی۔ مایا یونہی مختلف زیورات کو دیکھ رہی تھی جب اسے ایک انگوٹھی بے حد پسند آئی۔ انگوٹھی ڈائمنڈ کی تھی۔ درمیان میں ایک بڑا سا سفید ڈائمنڈ تھا اور اطراف میں بہت سے چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز لگے ہوئے تھے۔ مایا نے انگوٹھی پہن کر دیکھی اس کا مخروطی ہاتھ ایک دم جچ گیا تھا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہے۔" ارسل اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا۔ مایا نے انگوٹھی اتار کر واپس باکس میں رکھ دی۔

"میں تو ویسے ہی دیکھ رہی تھی۔"

ارسل نے وہ انگوٹھی پیک کرائی تھی... وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ "آپ نے یہ رنگ کیوں خریدی۔" مایا نے اس سے پوچھا۔

"تمہارے لیے۔" ارسل نے جواب دیا۔

"اور آپ کا خیال ہے میں یہ لے لوں گی۔" مایا کا لہجہ استہزائیہ تھا۔ "ابھی نہیں لیکن وقت آنے پر تو لو گی ناں۔" ارسل مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر مجھے تمہاری پسند کی رنگ خریدنے کا موقع مل گیا ہے تو عین ممکن ہے کبھی اسے تمہیں پہنانے کا موقع بھی مل ہی جائے۔ یونو انسان کو ہمیشہ پازیٹو رہنا چاہیے۔"

"ہونہہ!" مایا سر جھٹک کر خاموش ہو گئی لیکن اس کے دل میں عجیب سی پکڑ دھکڑ شروع ہو گئی تھی۔ وہ کون سا داؤد کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی تھی۔ ایک منگنی ہی تو تھی جو کبھی بھی ٹوٹ سکتی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ ارسل داؤد جتنا ہینڈسم نہیں تھا لیکن اس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ پھر وہ اس سے محبت بھی کرتا تھا تو پھر اور کیا چاہیے تھا۔ راستہ تو سامنے تھا۔ سیدھا اور صاف پھولوں سے بھرا۔ صرف قدم بڑھانے کی ضرورت تھی۔ اور قدم بڑھانے کے لیے ہمت کی۔

اور ہمت کی مایا میں کمی نہیں تھی۔ زندگی کو اچھے طریقے سے گزارنے کے لیے خود غرض ہونا پڑتا ہے۔ یہ مایا انعام کا اپنا بنایا ہوا اصول تھا اور وہ اس پر ہمیشہ سے عمل کرتی آئی تھی۔

☆☆☆

اور زندگی حسان عباسی کے گھر میں بھی بے حد سبک رفتاری سے بہتی تھی۔ شفا نے آج کالج سے چھٹی کی تھی۔ حسان آفس گئے ہوئے تھے اور سارہ حسب معمول کچن میں تھیں۔ انہوں نے پریشر ککر چولہے پر چڑھا کر ویٹ لگایا۔ تب ہی فون کی بیل بجی تھی سارہ کا موبائل پاس ہی شیلف پر پڑا تھا۔ انہوں نے اٹھا کر دیکھا حسان کے دوست رضا کی کال تھی۔ انہوں نے فون اٹینڈ کر کے موبائل گردن پر کندھے کے بیچ میں دبا لیا اور سلاد کے لیے پیاز کاٹنا شروع کی۔

"جی رضا بھائی کیسے ہیں آپ؟"

"بھابھی حسان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔" رضا کہہ رہے تھے چھری ایک دم سارہ کے ہاتھ پر لگی تھی۔ خون [illegible] کر کے بہہ نکلا لیکن انہیں شاید اس کا احساس [illegible] نہیں تھا۔

"حسان کیسے ہیں۔ وہ ٹھیک تو ہیں۔ زیادہ چوٹ تو نہیں لگی۔ [illegible] بے تابی سے پوچھتی چلی گئیں۔

"وہ ہاسپٹل میں ہے۔ میں آپ کو لینے آ رہا ہوں بھابھی۔" رضا نے فون بند کر دیا۔

سارہ شیلف تھامے بے جان قدموں سے کھڑی رہ گئیں ان کا دل کسی انہونی کا سگنل دے رہا تھا۔

"مما!" شفا پانی پینے کچن میں آئی تھی۔ سارہ کے ہاتھ سے خون [illegible] دیکھ کر تیر کی طرح ان کی طرف بڑھی۔ خون فرش پر گر کر نقش و نگار بنا رہا تھا اور سارہ سفید لٹھے جیسا بے رنگ چہرہ لیے کھڑی تھیں۔

"اتنا بڑا کٹ لگا ہے آپ کے ہاتھ پر اور آپ آرام سے کھڑی ہیں۔" شفا ان کا ہاتھ تھامے سنک

www.pklibrary.com

تک لے گئی۔ پانی کا نل کھول کر ان کا ہاتھ پانی کے نیچے کیا۔

"میں فرسٹ ایڈ باکس لاتی ہوں۔" وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔ وہ سارہ کا ہاتھ تھامے کچن سے باہر لائی۔ انہیں صوفے پر بٹھایا۔ صوفے میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ کی بینڈ یج کی جب وہ فرسٹ ایڈ باکس کھول کر رہی تھی سارہ نے اسے مخاطب کیا۔

"شفا!" ان کی آواز جیسے دور کسی کنویں سے آرہی تھی۔

"جی مما۔" شفا نے اتنی دیر میں پہلی بار دھیان سے ماں کا چہرہ دیکھا اور پریشان ہوگئی۔ وہ یکایک بے حد بوڑھی اور کمزور نظر آنے لگی تھیں۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔" اس نے ان کے رخسار پر ہاتھ پھیرا وہ ٹھنڈی ہورہی تھیں۔

"تمہارے پاپا کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔"

سارہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"کیا۔" شفا کے حواسوں پر بجلی گری تھی۔ "پاپا ٹھیک تو ہیں۔"

"وہ ہاسپٹل میں ہیں۔ رضا بھائی مجھے لینے آر[illegible] http://www.paknovelsurdu.com [illegible] ہوئے دل کے ساتھ اسے بتایا۔

شفا کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔

"میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔"

سارہ نے اسے دیکھا۔ وہ دوپٹے کے بغیر تھی۔

"ٹھیک ہے تم دوپٹہ لے لو۔"

اسی پل باہر گاڑی کا ہارن بجا۔ رضا آگئے تھے۔ سارہ اٹھ کر تیزی سے باہر کی طرف لپکیں۔ کوکر شور مچا رہا تھا۔ شفا نے اپنے بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے چولہا بند کیا۔ صوفے پر پڑا ہوا سارہ کا پرپل دوپٹا اٹھا کر شانوں پر پھیلایا وہ مہک رہا تھا۔ بیرونی دروازہ لاک کرکے جب وہ گاڑی میں پہنچی تو سارہ گاڑی میں بیٹھی رضا سے حسان کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔

شفا نے دہل کر رضا کا انتہائی سیریس چہرہ دیکھا تھا۔ وہ سارہ کو تسلی رکھنے کا کہہ رہے تھے لیکن ان کا اپنا چہرہ کوئی اور کہانی سنا رہا تھا۔

رضا اور سارہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ ہاسپٹل کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے شفا نے بے اختیار ماں کا ہاتھ تھاما تھا۔ رضا ان کے آگے چل رہے تھے۔ کاریڈور میں سے گزرتے ہوئے وہ رکے۔ اور مڑ کر سارہ کی شکل دیکھی۔ گہرا سانس لے کر ہمت جمع کی اور سارہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ شفا خاموشی سے ان کا ہاتھ تھامے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سارا کا دل لرز رہا تھا۔ انہوں نے بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔

"بھابھی......" رضا نے تھوک نگل کر سارہ کی طرف دیکھا، وہ وحشت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ ان کا رواں رواں چلا رہا تھا۔ فریاد کر رہا تھا۔

"پلیز خدا کے لیے مجھے کوئی بری خبر مت سنانا" کیا نہیں تھا اس وقت سارہ کے چہرے پر۔ ڈر، خوف، بے چارگی، بے بسی، لیکن رضا رک نہیں سکتے تھے۔ جو ہوگیا تھا [illegible] ضروری تھا۔ برباد ہونے والے کو اس کی بربادی کی اطلاع تو دینی ہوتی ہے ناں۔

"حسان [illegible] نہیں رہا بھابھی۔"

رضا رو پڑے تھے۔ اور یہیں پر سارہ کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ حسان کے نام کے ساتھ جیتی تھیں۔ ان کی سانسیں اپنے محبوب شوہر کی سانسوں کے ساتھ بندھی تھیں۔

ان کے جانے کا سن کر ان کے دل نے چلنے سے انکار کر دیا۔ وہ بھربھری مٹی کی طرح گرتی چلی گئیں۔ شفا نے چیخ کر انہیں سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ رضا نے چلا کر کر اسٹریچر منگوایا۔ ہاسپٹل کے اسٹاف نے انہیں اسٹریچر پر ڈالا اور آئی سی یو میں لے گئے۔ رضا نے پیچھے رہ جانے والی لڑکی کو دیکھا۔ وہ لٹی پٹی کھڑی تھی۔ تنہا اور بدحواس گلابی چہرہ اور سرخ آنکھیں لیے۔ کہیں وہ گر ہی نہ جائے۔ انہوں نے شفقت سے اس کے گرد بازو پھیلا دیا۔

''آؤ بیٹا۔'' شفا نے جیسے دھکا لگا کر اپنے بے جان ہوئے وجود کو گھسیٹا تھا۔ وہ رضا کے ساتھ بنچ پر آ بیٹھی۔ اس کے حواس جواب دے رہے تھے۔ اس کا جان سے پیارا باپ دنیا چھوڑ گیا تھا اور ماں ہاتھ چھڑا کر اندر آئی سی یو میں جا لیٹی تھی۔

اس کے آنسو ایک دم خشک ہو گئے تھے۔ کاریڈور میں چلتا پھرتا میڈیکل اسٹاف، فرش صاف کرتا سویپر، باتیں کرتے ہوئے گزرتے ڈاکٹرز، مریض، ان کے رشتہ دار، وہ کسی کو دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ اس کے سائیں سائیں کرتے کان کوئی آواز نہیں سن رہے تھے۔ دنیا ختم ہو گئی تھی ایک دم بالکل ختم۔ شاید قیامت تھی۔ روز حشر۔

آسمان آگ برسا رہا تھا۔ زمین تو اپنی ہوئی تھی اور وہ اکیلی تھی۔ بالکل اکیلی۔ تنہا۔ وہ پل صراط پر چل رہی تھی۔ قدم بڑھائے گی تو گر جائے گی۔ اس کا دل چاہا وہ چلائے۔ اتنی زور سے چلائے کہ زمین آسمان پھٹ جائیں۔ وہ روئے اتنی شدت سے روئے کہ ساری دنیا اس کے غم میں ڈوب جائے۔ اس نے چیخنا چاہا لیکن اس کا حلق خشک ہو چکا تھا۔ اس گلا بند ہو چکا تھا۔ وہ بلک بلک کر رونا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے آنکھیں جیسے پھٹ گئی تھیں۔ وہ تو انہیں جھپکا بھی نہیں پا رہی تھی۔ اسے ماں چاہیے تھی۔ وہ اس کے سینے سے لگ کر رونا چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ مل کر اپنے باپ کا غم منانا چاہتی تھی۔

''مما پلیز، واپس آ جائیں۔'' اس کے کرلاتے دل نے دہائی دی تھی۔ ''مجھے اپنے سینے سے لگا لیں۔ شاید یہ کوئی ڈراؤنا خواب ہے جس میں پھنس گئی ہوں۔ مجھ پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکیں۔ مجھے اس اذیت سے نکالیں۔ مجھے بتائیں سب ٹھیک ہے۔ یہ صرف ایک خواب ہے۔ بھیانک خواب اور کچھ نہیں۔ مجھے بتائیں میرے پاپا کو کچھ نہیں ہوا۔ میری مما میرے پاس ہیں۔''

رضا کے پاس حسان کا فون تھا۔ وہ اس میں سے کوئی نمبر ڈھونڈ رہے تھے۔ جب ڈاکٹر آئی سی یو سے نکلا تھا۔ رضا تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ شفا اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی ڈاکٹر مایوسی سے سر ہلا رہا تھا۔ افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔

وہ پل صراط سے نیچے گر گئی نیچے دور، بہت دور بھڑکتا الاؤ تھا۔

☆☆☆

لان کے بیچوں بیچ دونوں میتیں رکھی ہوئی تھیں۔ نیچے چادریں بچھا دی گئی تھیں۔ سارا محلہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ ایک ہی گھر میں یکا یک ہونے والی دو اموات نے ہر سننے اور جاننے والے کو اشکبار کر دیا تھا۔ شفا دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ گلابی کپڑوں پر ماں کا پرپل دوپٹا اوڑھے۔

عورتیں آتیں۔ اس سے گلے ملتیں اور بیٹھ جاتیں۔ آپس میں باتیں کرنے لگتیں۔ اس پر گزرنے والی قیامت پر افسوس کا اظہار کرتیں۔ اس کی بے چارگی۔ یتیمی اور لاچاری پر ترس کھاتیں لیکن وہ خفا تھی۔ ساری دنیا سے خفا اور سب سے زیادہ ان دونوں نفوس سے خفا جن سے وہ اپنی جان سے بھی زیادہ پیار کرتی تھی۔

''میں کہتی تھی ناں آپ دونوں کو مجھ سے پیار نہیں ہے۔ آپ صرف ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے لیے جیتے رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہی مر گئے پھر مجھے کیوں پیدا کیا تھا۔ اگر تنہا ہی چھوڑنا تھا تو کیوں لائے تھے مجھے اس دنیا میں۔ بہت ظالم ہیں آپ دونوں۔ جاتے ہوئے ذرا احساس نہیں کیا کہ میں کیا کروں گی۔ میں کیسے جیوں گی۔ آپ دونوں کے بنا میں کیسے رہوں گی اکیلی۔ آپ نے کیوں کیا ایسا میرے ساتھ۔ کیوں چھوڑ دیا مجھے اکیلا، میرا تو کوئی بھی اپنا نہیں ہے۔ میں کبھی آپ لوگوں کو معاف نہیں کروں گی اور مما آپ کو تو بالکل بھی نہیں۔ آپ تھوڑا سا حوصلہ نہیں کر سکتی تھیں کیا۔ میری خاطر ہی سہی مجھے آپ کی گود چاہیے تھی۔ میرے پاپا چلے گئے تھے۔ میرے پاپا۔''

اس کا دل رو رہا تھا لیکن آنکھیں خشک تھیں اور دل

www.pklibrary.com

وہ دل رہا ہی کہاں تھا۔ وہ تو زخم بن گیا تھا۔ درد سے بلبلا آتا ہوا کوئی اس سے آ کر ملا تھا اسے ساتھ لگا کر پیار کیا تھا اس نے دیکھا بھی نہیں، اس کی دنیا چلی گئی تھی۔ باقی دنیا اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

"آپ کون ہیں۔" محلے کی کوئی عورت آنے والی سے پوچھ رہی تھی۔

"میں اس کی تائی ہوں۔ سارہ کی جٹھانی" آنے والی نے بتایا تھا۔

"بچی کو رلائیں۔ دل کا غبار نکال لے تو اچھا ہے۔" کوئی کہہ رہا تھا۔

شفا نے سامنے چادر میں لپٹے ماں باپ کو دیکھا۔ "ہر چیز اپنی جگہ موجود ہے۔ یہ آسمان، زمین، درخت پورے صرف میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ یہ آسمان پھٹ کیوں نہیں جاتا۔ زمین شق کیوں نہیں ہو جاتی۔ اس دنیا کو آگ کیوں نہیں لگ جاتی۔

اگر وہ نہیں ہیں تو باقی سب کیوں ہیں۔ اور میں میں کیوں زندہ ہوں اب تک۔ مجھے موت کیوں نہیں آ رہی۔ میں کیوں نہیں مر جاتی۔

اس کا دل چاہا کسی پتھر پر سر دے مارے اتنی زور سے کہ اس کا سر پاش پاش ہو جائے۔

"بچی اپنے ماں باپ کا چہرہ دیکھ لو۔ ابھی لے جائیں گے۔" ان کو کسی عورت نے گلوگیر آواز میں اسے مخاطب کیا تھا۔

اس نے دہل کر کچھ دور پڑی میتوں کو دیکھا اور اٹھ کر سارہ کے پاس آئی۔ چادر ہٹانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا پھر واپس کھینچ لیا۔

"میں نہیں دیکھوں گی آپ کا چہرہ، آپ نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔ میں ناراض ہوں آپ سے۔ ہمیشہ ناراض رہوں گی۔ کبھی راضی نہیں ہوں گی لیکن میرے پاپا، انہوں نے تو جان بوجھ کر مجھے نہیں چھوڑا میرے پاپا۔ پیارے پاپا......!"

وہ اٹھ کر حسان کی چارپائی کے پاس آئی چادر ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں۔" یکایک کسی مردانہ ہاتھ نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے روکا تھا۔ اس نے غصے سے ہاتھ چھڑایا اور چادر ہٹانے کے لیے آگے بڑھی۔ اس دفعہ روکنے والے نے اس کے کندھے پکڑ کر اسے پیچھے کیا تھا۔ وہ بپھر کر مڑی اور اسے زور سے دھکا دیا۔ وہ کوئی گورا سا لڑکا تھا۔ اس کا دھکا لگنے سے لڑکھڑا کر پیچھے ہوا پھر فوراً ہی آگے بڑھ کے اس نے بازو پکڑ لیا۔

"نہیں، پلیز چہرہ مت دیکھو۔" وہ لجاجت سے بولا۔

"وہ میرے پاپا ہیں۔ تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے؟" وہ غرائی تھی۔ ساتھ ہی بازو چھڑانے کی کوشش کی۔

"امی پلیز۔" لڑکے نے ماں کو مدد کے لیے پکارا تھا۔ وہ داؤد عباسی تھا۔ حسان عباسی کا سگا بھتیجا۔ ہاجرہ فوراً اٹھ کر آئیں۔ شفا کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا اور رونے لگیں۔

"بچے...... تمہارے پاپا کا چہرہ خراب ہو گیا ہے۔ تم مت دیکھو۔" اسی اثناء میں کچھ آدمی اندر آ گئے تھے۔ وہ میتوں کو اٹھا کر لے جا رہے تھے۔

"نہیں، مت لے کر جاؤ میرے پاپا کو...... مما...... مما" وہ چلا چلا کر رو رہی تھی اور سب کو رلا رہی تھی۔

☆☆☆

اور وہ دونوں چلے گئے۔ سارہ حسان اور حسان عباسی، ان کی زندگی اتنی ہی تھی۔ وقت پورا ہو جائے تو جانا تو پڑتا ہے۔ ان کی موت بھی اسی طرح لکھی تھی۔ ایک ہی دن میں۔ ساتھ جینے مرنے کے وعدے تو سب ہی پیار کرنے والے کرتے ہیں۔ ساتھ جی بھی لیتے ہیں لیکن موت، وہ تو اکٹھی کسی کسی کی ہی لکھی ہوتی ہے۔ ہزاروں میں سے کسی کی۔

"یہ تو نہیں تھا کہ وہ شفا سے پیار نہیں کرتے تھے۔ اولاد تو جان ہوتی ہے والدین کی۔ اور کوئی بھی اپنی اولاد کو تنہا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا اور یوں بے آسرا تو کبھی بھی نہیں۔ لیکن جانا یا نہ جانا اپنے بس میں تھوڑی ہوتا ہے۔ یہ تو بس لکھا ہوتا ہے۔ ازل سے،

www.pklibrary.com

تقدیر کے اوراق میں کس نے کب جانا ہے۔ کیسے جانا ہے۔ سب ازل سے لکھ دیا گیا ہے۔

حسان کب چاہتے ہوں گے کہ وہ اپنی محبوب بیوی اور جان سے زیادہ پیاری بیٹی کو چھوڑ کر یوں اچانک رخت سفر باندھ لیں۔ لیکن ایسے ہی ہوتا ہے۔ یونہی اچانک چلتے پھرتے موت کا فرشتہ آجاتا ہے اور کہتا ہے چلو۔ تمہارا وقت پورا ہوا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی جانا پڑتا ہے۔ جانے والا بھی مجبور ہوتا ہے اور پیچھے رہ جانے والے بھی۔

مالک کا حکم اٹل ہوتا ہے۔ اور انسان تو دراصل ہے ہی مجبور۔ بے حد مجبور۔

لیکن یہ سب کون سمجھاتا شفا کو۔ وہ جذباتی تھی اور کم عمر، اپنے ماں باپ کی اکلوتی تھی۔ لاڈلی بیٹی ماں صدقے واری ہوتی تھی۔ باپ بھی جان چھڑکتا تھا۔ پھر بھی اسے لگتا تھا اسے کم پیار دیا جا رہا ہے اور اسے پیار چاہیے تھا۔ اسے ان دونوں کا سارا وقت چاہیے ہوتا۔

وہ جو اسے کبھی رونے نہیں دیتے تھے انہی کی وجہ سے آج وہ رو رہی تھی اور اتنا رو رہی تھی جتنا وہ ساری عمر میں بھی نہیں روئی تھی۔

محلے والے چلے گئے تھے۔ گھر میں صرف داؤد اور ہاجرہ بیگم رہ گئے تھے۔ کچھ عرصہ قبل جب حسان کی طبیعت خراب رہنا شروع ہوئی تو انہیں شدت سے احساس ہوا تھا کہ اگر انہیں کچھ ہو جائے تو ان کی بیوی اور بیٹی کے پاس کوئی بھی اپنا رشتہ نہیں ہے۔ سو انہوں نے داؤد کو ڈھونڈ نکالا تھا۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کام قدرت خود ان سے کروا رہی تھی۔ ان کا جانا ٹھہر گیا تھا۔ انسان اگر اپنی اولاد کے لیے سو راستیں ڈھونڈتا ہے تو پھر وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا انسان کو یونہی کیسے چھوڑ سکتا۔ وہ تو سمیع و بصیر ہے اپنے بندوں کو ہمہ وقت دیکھنے والا۔ خبیر و خبیر اور علیم ان کی شہ رگ سے بھی قریب۔ دکھ اگر مقدر ہو تو اس سے نکلنے کا رستہ بھی اللہ دکھا دیتا ہے۔ زندگی ہزار ہا سال سے یونہی چلتی آرہی ہے۔

شفا اس وقت سارہ اور حسان کے کمرے میں تھی۔ اس کے ہاتھ میں ان دونوں کی تصویر تھی۔

"آپ کو تو مجھ سے پیار نہیں ہے ناں لیکن میں۔ آپ دونوں سے بہت پیار کرتی ہوں۔ نہیں رہ سکتی میں آپ کے بنا۔ بالکل بھی نہیں۔ ایک رات بھی میں آپ کے بغیر نہیں رہوں گی۔"

اس نے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھولی۔ اس کے اندر نیند آور گولیوں کی شیشی تھی۔ یہ گولیاں سارہ استعمال کرتی تھیں کبھی کبھی، جب انہیں بے خوابی کی شکایت ہوتی تھی۔ شیشی گولیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس نے جگ سے گلاس میں پانی ڈالا اور ساری گولیاں نگل لیں پھر آرام سے بستر پر لیٹ گئی۔ اس کے چہرے پر گہری طمانیت تھی۔ اس کو اس کے ماں باپ سے کوئی جدا نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تصویر سینے پر رکھ لی اور آنکھیں موند لیں۔

داؤد اور ہاجرہ ٹی وی لاؤنج میں تھے۔ ہاجرہ نم آنکھوں کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔

"غم کا پہاڑ گر پڑا ہے بچی پر کیسے برداشت کرے گی یہ سب۔"

داؤد نے آنکھیں زور سے میچ کر پیشانی مسلی، اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" ہاجرہ نے پوچھا۔

"سر میں درد ہے۔" داؤد نے جواب دیا۔

"میں چائے بناتی ہوں۔" ہاجرہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"شفا کو بھی زبردستی کچھ کھلا دیں۔" داؤد نے کہا۔

"نہیں کھا رہی۔ بہت کوشش کی تھی تھوڑی دیر پہلے، اب چائے لے کر جاتی ہوں۔" ہاجرہ نے کچن سے بتایا۔

"میں دیکھتا ہوں اسے۔" داؤد اٹھ کھڑا ہوا۔

سارہ اور حسان کے بیڈروم کا دروازہ بند تھا۔ اس نے ہلکا سا بجایا۔ اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تو دھیرے سے دروازہ کھول کر دیکھا۔ شفاء لیٹی سو رہی تھی۔ وہ مطمئن ہو کر پلٹنے ہی لگا تھا کہ سائیڈ ٹیبل پر گری دوائی کی شیشی پر نظر پڑی اور وہ تیزی سے اندر آیا۔

شیشی اٹھا کر اس کا لیبل پڑھا پھر بے سدھ پڑی شفا کا کندھا ہلایا۔ ''شفا...... شفا!''

''امی......'' داؤد نے چلا کر ہاجرہ کو آواز دی۔ شفا کو بازوؤں میں اٹھایا اور باہر کی طرف لپکا۔

''کیا ہوا۔'' ہاجرہ گھبرا کر کچن سے نکلی تھیں۔

''اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔'' وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

''اللہ خیر۔'' ہاجرہ اس کے پیچھے تھیں۔

بروقت ہاسپٹل پہنچنے کی وجہ سے بچت ہو گئی۔ ڈاکٹرز نے شفاء کا معدہ واش کر دیا تھا اور اب وہ ٹرینکولائزر کے زیر اثر سو رہی تھی۔ بھورے بال الجھے ہوئے تھے۔ اوپر کی طرف مڑی ہوئی پلکیں ابھی بھی آنسوؤں سے گیلی محسوس ہو رہی تھیں۔ سرخ ہوتی ناک، چہرے پر آنسوؤں کے نشان جیسے ثبت ہو چکے تھے۔

''شکر ہے اللہ نے بچت کر دی۔'' ہاجرہ نے داؤد کو مخاطب کیا تھا۔ وہ جو شفا کو دیکھتے ہوئے کسی سوچ میں گم تھا سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر ان کی طرف مڑ کر بولا۔

''آپ تھک گئی ہوں گی۔ میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں۔''

''تھک تو میں گئی ہوں۔ کیا قیامت کا دن تھا آج'' ہاجرہ بیگم نے گہری سانس لی۔ ''تم شفا کے پاس ہی رہو۔ مجھے ٹیکسی منگوا دو۔ میں چلی جاؤں گی۔''

صبح فجر کے وقت شفا کو ہوش آیا تھا۔ داؤد پاس ہی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ اس کی اپنی آنکھیں رت جگے کی وجہ سے گلابی ہو رہی تھیں۔

''کیسی طبیعت ہے اب تمہاری۔'' وہ اٹھ کر شفا کے پاس چلا آیا۔

''تم نے اچھا نہیں کیا۔'' شفا نے اسے گھورتے ہوئے نقاہت سے کہا۔

''کیا۔'' داؤد نے بھنویں سکیڑیں۔

''میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کیوں بچایا تم نے مجھے مر جانے دیا ہوتا۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''میں تم سے اچھا خاصا بڑا ہوں اور تم مجھے تم کہہ کے مخاطب کر رہی ہو۔ بہت بری بات ہے۔'' داؤد نے اس کی بات نظر انداز کر کے مصنوعی ناراضی سے کہا۔

''ہونہہ۔'' شفا نے منہ موڑ لیا۔

''خیر......'' داؤد واپس کرسی پر جا بیٹھا۔ ''تم تو اپنی نیند پوری کر چکی ہو اب میں بھی تھوڑی دیر سو لوں۔ ورنہ یہیں بے ہوش ہو جاؤں گا۔''

اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کے آنکھیں موند لیں۔ آستین کہنیوں تک موڑے ہوئے اس کی شرٹ کے اوپر والے دو بٹن کھلے تھے۔ وہ بے حد تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ پوری رات وہ اس کی وجہ سے خوار ہوا تھا لیکن اس کے چہرے پر ذرا بھی ناگواری نہیں تھی۔

☆☆☆

ہاسپٹل سے ڈسچارج کرا کے وہ شفا کو اس کے گھر لایا تھا۔ ہنستا بستا گھر ایک ہی دن میں ویران ہو گیا تھا۔ شفا سیدھا اپنے کمرے میں گئی تھی۔

''اچھا تو یہ ہے ایک بے حد پڑھاکو لڑکی کا کمرہ۔'' داؤد نے دروازے میں کھڑے ہو کر کمرے کا جائزہ لیا۔

''آپ کو کیسے پتا کہ میں پڑھاکو ہوں۔'' شفا نے پوچھا۔

''چچا نے بتایا تھا۔'' داؤد اندر آتے ہوئے بولا۔ ''وہ بہت فخر سے ذکر کرتے تھے تمہارا۔ تم میڈیکل پڑھ رہی ہو ناں۔ اور ہمیشہ پوزیشن لیتی ہو۔''

شفا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''اور کیا باتیں کرتے تھے بابا آپ سے۔''

''کچھ عرصہ قبل ہی ہمارا آپس میں رابطہ ہوا تھا۔ میں آنا چاہتا تھا تم لوگوں سے ملنے لیکن میں خود کچھ کرائسز میں تھا اس لیے نہیں آ سکا۔ چچا کو بہت فکر رہتی تھی تم لوگوں کی...... وہ ہر ملاقات میں مجھ سے

www.pklibrary.com

ایک ہی بات کہتے تھے کہ اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہوجائے تو میں تم لوگوں کا خیال رکھوں۔ شاید انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کے پاس وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔"

داؤد سینے پر بازو لپیٹے کھڑا اسے بتا رہا تھا۔

شفا نے رخساروں پر بہتے آنسوؤں کو صاف کیا۔ "انہوں نے ہمیں تو آپ کے بارے میں نہیں بتایا۔ شاید مما کو بتایا ہو۔"

"چچی کا تو مجھے پتا نہیں لیکن تمہیں وہ سرپرائز دینا چاہتے تھے۔ تمہیں بہت شوق تھا ناں کہ تمہارے رشتہ دار ہوں۔ کزنز ہوں۔ ہمارا پلان یہی تھا کہ میں کسی دن اچانک تمہارے گھر آؤں گا اور پھر تمہیں پتا چلے گا کہ میں تمہارا کزن ہوں۔"

"آپ ہمارے گھر آئے اور آئے بھی کس طرح۔" شفا اب زارو قطار رو رہی تھی۔ داؤد نے اسے کچن سے پانی لا کر دیا۔ "تم پیکنگ کرلو تو چلتے ہیں۔"

"کہاں؟" شفا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرے ساتھ چلو گی تم۔" داؤد نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔

"نہیں۔" شفا نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں یہیں پر رہوں گی۔ یہ میرا اپنا گھر ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔"

"تم بہت معصوم ہو شفا۔" داؤد نے گہری سانس لی۔ "تم نے کتابوں کے علاوہ دیکھا ہی کیا ہے۔ یہ دنیا بہت ظالم ہے۔ یہاں اکیلی لڑکی نہیں رہ سکتی۔ تم چلو میرے ساتھ۔ آئی پرامس، جب تم کہو گی میں تمہیں یہاں لے آؤں گا۔ دل چاہا تو چھٹی کا پورا دن یہاں گزار لیا کرنا۔"

شفا خاموش ہوگئی۔ دنیا یکا یک ہی اس کے لیے بدل گئی تھی۔

☆☆☆

"بہت ہی بڑا سانحہ ہے آپا۔ اس بچی پر قیامت ہی گزر گئی ہوگی۔ اللہ اسے صبر اور ہمت دے۔"

رابعہ فون پر ہاجرہ سے مخاطب تھیں۔ مایا کے موبائل فون پر کال آرہی تھی۔ ارسل کالنگ اس نے کال بند ہوجانے دی۔

"یہ اچھا کیا آپ نے جو شفا کو اپنے ساتھ گھر لے آئیں۔ اب آپ لوگوں کے سوا اس کا ہے ہی کون۔" رابعہ کی گفتگو جاری تھی۔ مایا اپنا موبائل اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ ارسل دوبارہ فون کررہا تھا۔ اس نے ٹیرس پر جاکر کال اٹینڈ کی۔

"کیسی ہو۔" ارسل نے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں" مایا نے جواب دیا۔

"تمہیں میرا فون کرنا برا تو نہیں لگا؟" ارسل نے اگلا سوال کیا۔

"اگر لگا ہو تو؟" مایا نے جواباً پوچھا۔

ارسل ہنسنے لگا۔ "دراصل میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرا مطلب ہے باہر کہیں۔"

"کیوں۔" مایا نے بے نیازی برتی۔

"وجہ تم جانتی ہو مایا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

"اوکے۔ میں سوچوں گی۔" مایا نے گرین سگنل دیا۔

"اگر کہو تو میں تمہیں کل پک کرلوں۔" ارسل نے تجویز پیش کی۔

"ہرگز نہیں۔" مایا نے فوراً انکار کیا۔ "مروانا ہے مجھے۔"

"پھر؟" ارسل نے بے تابی سے پوچھا۔

"صبر نہیں ہو رہا آپ سے۔" مایا ناز سے ہنسی۔

"اب تک صبر ہی کرتا آیا ہوں۔" ارسل نے آہ بھری۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں آجاؤں گی۔ آپ مجھے جگہ کے بارے میں میسج کردیجیے گا۔"

"کیا میں مزید کچھ دیر تم سے بات کرسکتا ہوں؟"

"لگتا ہے بہت فارغ ہیں آپ۔"

"تم جانتی ہو تمہارے لیے میں ہمیشہ ہی فارغ

www.pklibrary.com

ہوتا ہوں۔"

بات چل نکلی تھی۔ اب کہاں تک جانی تھی یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا تھا۔

☆☆☆

شفا نے کالج جانا شروع کر دیا تھا۔ داؤد نے اس کے پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ ہاجرہ کے دل میں اس کے لیے بے پناہ محبت پیدا ہو گئی تھی۔ محبت ایک بہت بڑا سہارا ہے جو اللہ نے اس دنیا میں انسان کے لیے رکھا ہے۔

دروازے پر بیل بجی تھی۔ شفا نے دروازہ کھولا۔ داؤد بائیک۔ لیے اندر آیا، بائیک کھڑی کر کے اس نے ایک شاپر شفا کی طرف بڑھایا۔ "یہ تمہارے لیے۔"

شفا نے کھول کر دیکھا۔ اس میں آئس کریم کا بڑا پیک تھا۔ روز داؤد اس کے لیے کچھ نہ کچھ لے آتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب وہ رات کو جاگ کر پڑھتی ہے تو اس وقت کی بھوک کے لیے اس کے پاس کچھ نہ کچھ بندوبست ہونا چاہیے۔ ہیلمٹ بائیک پر رکھ کر وہ اندر چلا آیا۔

"امی کھانا لگا دیں۔ بہت زور کی بھوک لگی ہے۔"

"تم منہ ہاتھ دھو لو۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔" ہاجرہ نے کچن سے کہا۔ شفا آئس کریم فریج میں رکھنے اندر چلی گئی تھی۔ داؤد صحن میں لگے واش بیسن پر منہ ہاتھ دھونے لگا۔

"آج رابعہ کا فون آیا تھا۔ لیلیٰ کے سسرال والے تاریخ مانگ رہے ہیں۔ تمہارا کیا پروگرام ہے۔ مایا سے بات تو ہوتی رہتی ہو گی۔" ہاجرہ کچن سے نکل کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

"مایا سے بات؟" تولیے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے داؤد سوچ میں پڑ گیا۔ کافی عرصہ ہو گیا تھا مایا سے ملے اور اس سے بات کیے ہوئے۔ وہ خود اپنے مسائل میں گھرا ہوا تھا کہ مایا کے بارے میں سوچنے تک کا اسے موقع نہیں مل رہا تھا۔ لیکن حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس سارے عرصے میں مایا نے خود بھی کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ اس نے تولیہ تار پر ڈالا اور مایا کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"کھانا تو کھا لو۔" پیچھے سے ہاجرہ نے آواز لگائی تھی۔

"آتا ہوں امی!" اس نے وہیں سے جواب دیا۔

"آج تمہیں کیسے یاد آ گئی میری؟" دوسری طرف مایا کہہ رہی تھی۔

"ایک عرصے سے خود کو بھی بھولا بیٹھا ہوں۔ آج اپنا خیال آیا تو ساتھ ہی تمہاری یاد بھی آ گئی۔" داؤد نے کہا۔ "لیکن تم...... تم نے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھا۔"

"بھولنے والوں کو زبردستی اپنی یاد دلانے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" مایا نے روکھے پن سے کہا۔

داؤد ایک پل کو خاموش سا ہو گیا پھر مصالحانہ انداز میں بولا۔ "اچھا خیر، کیسی ہو تم۔"

"ٹھیک ہوں۔ مجھے کیا ہونا ہے۔ تم اپنی کزن کا بتاؤ، اس کی طبیعت کیسی ہے اب، ویسے کہیں تم اس کی وجہ سے زیادہ بزی تو نہیں ہو گئے؟" مایا کا انداز عجیب سا تھا۔ طنزیہ، مذاق اڑاتا ہوا۔

داؤد کو برا تو لگا لیکن اس نے نظر انداز کر دیا۔

"تم ناراض ہو مایا؟"

"نہیں...... " مایا نے جواب دیا۔ "میں کیوں ناراض ہوں گی۔"

"ہاں، ناراض ہونے کی کوئی وجہ تو نہیں ہے۔ لیکن تم لڑکیوں کا کوئی اعتبار بھی نہیں ہوتا۔ معمولی سی بات پر ناراض ہو جاتی ہو اور بندہ بے چارا وجہ ہی ڈھونڈتا رہ جاتا ہے۔" داؤد نے دھیرے سے ہنس کر ماحول کو خوش گوار کرنے کی کوشش کی۔

"تمہیں بڑا تجربہ ہو گیا ہے لڑکیوں کا۔" مایا کا انداز عجیب تھا۔ طنزیہ۔ کچھ جتاتا ہوا۔

www.pklibrary.com

داؤد نے گہری سانس لی۔ "میرا تجربہ تو بس تم تک محدود ہے۔"

"اچھا داؤد...... امی بلا رہی ہیں مجھے پھر بات ہوگی۔" مایا نے فون بند کر دیا۔

داؤد پُرسوچ انداز میں موبائل کو دیکھ کر رہ گیا۔ مایا سے بات کر کے دل بوجھل سا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

بہت خوش رہتا ہوں آج کل
محبت میرے چار سو ہے

ارسل دھیرے سے گنگنایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ موسم ایک دم ہی ابر آلود ہو گیا تھا۔ گلاس وال کے باہر جھومتے درخت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ہوا کافی تیز چل رہی تھی۔ اور اس حسین موسم میں ارسل مایا کے سامنے بیٹھا محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دیکھنا چھوڑ مت دینا مجھے
محبت کی بھی کچھ آبرو ہے

ارسل نے مایا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اگلا شعر پڑھا۔

"آپ تو شاعر ہو گئے ہیں۔" مایا ناز سے ہنسی۔

"اونہوں!" ارسل نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں شاعر نہیں بزنس مین ہوں۔"

"میرا دل تمہارے پاس پھنس گیا ہے۔ اب یا تو میرا دل واپس کر دو ورنہ اپنا دل دو بدلے میں۔"

"کوئی زبردستی ہے کیا؟" مایا نے کندھے اچکائے۔

"یہی سمجھ لو۔" ارسل نے جوس کا گھونٹ لیا۔

"لڑکیاں میرے ایک اشارے کی منتظر رہتی ہیں اور تم...... تم نے مجھے بہت تڑپایا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں۔ میری منگنی ہو چکی ہے۔" مایا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"تو بھئی جان چھڑاؤ ناں اس سے تم اس منگنی کا ڈھول گلے میں ڈالے بجا رہی ہو۔ یہ بات لکھ لو۔ مجھ سے زیادہ تم سے کوئی پیار نہیں کر سکتا اور مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی عیش بھی نہیں کروا سکتا۔"

"عجیب مشکل میں ڈال دیا ہے آپ نے مجھے۔" مایا فکرمندی سے بولی۔

"ہمت کرو تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔" ارسل نے لاپروائی سے کہا۔ "تمہارے لیے کچھ اور منگواؤں؟"

"نہیں...... میرا خیال ہے، اب گھر چلتے ہیں۔" مایا نے گلاس وال پر پڑتی بارش کی بوندوں کو دیکھ کر کہا۔

"ہرگز نہیں۔" ارسل دوٹوک انداز میں بولا۔

"اتنا خوب صورت موسم ہے۔ اس میں میں تو تمہیں جلدی گھر نہیں جانے دوں گا۔"

"میرے گھر والے پریشان ہو جائیں گے۔" مایا نے بہانا کیا۔

"وہ جانتے ہیں کہ تم عبیرہ کے گھر ہو۔" ارسل نے اس کا بہانا ہوا میں اڑا دیا۔

"آپ بہت حکم چلاتے ہیں ارسل!" مایا نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔" ارسل مسکرایا۔ "میں تو تمہارا غلام ہوں۔"

تمہارے پاس ہی بیٹھا رہوں
دل کی یہی بس آرزو ہے

مایا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"لانگ ڈرائیو کے بارے میں کیا خیال ہے۔" ارسل نے پوچھا۔

"نیک خیال ہے۔" مایا مسکرائی۔

"چلو پھر......" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

☆☆☆

رات کا ایک بج رہا تھا۔ شفا نے کتاب سامنے رکھ کر پڑھنے کی کوشش کی۔

"سو جاؤ بیٹے۔ بہت دیر ہو گئی۔" اسے لگا، سارہ اس کے پاس کھڑی کہہ رہی ہوں۔

"پڑھ پڑھ کر ذرا سا منہ نکال لیا ہے۔ اب

سو جاؤ۔ صبح میں تمہیں جلدی اٹھا دوں گی۔"

"صبح چھ بجے اٹھتی ہے۔ یہ لڑکی اور پھر ساری ساری رات پڑھتی ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں یہ بیمار نہ ہو جائے۔" سارہ کا پریشان لہجہ اس کے کانوں میں گونجا۔ سامنے رکھی کتاب کے الفاظ دھندلانے لگے۔

"مما، کیوں چلی گئیں آپ اتنی جلدی۔" شفا نے سسکی لی۔

اب پڑھنا کس نے تھا۔ روز یہی ہوتا تھا۔ وہ پڑھنے بیٹھتی تو سارہ اور حسان کی یادیں اس کے آس پاس آ کر بیٹھ جاتیں اور پھر ساری رات روتے روتے گزر جاتی۔

باہر سے گزرتے داؤد کے کان میں سسکی کی آواز آئی تھی وہ ٹھٹک کر رکا اور شفا کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔ آواز دوبارہ آئی تو اس نے دروازہ بجا دیا۔ شفا نے دروازہ بجنے کی آواز سنی تو جلدی سے آنسو صاف کر کے کتاب چہرے کے آگے کر لی۔

دروازے پر ایک دفعہ پھر دستک ہوئی۔ شفا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے گلے میں آنسو کسی گولے کی صورت پھنسے ہوئے تھے۔ اب کی بار داؤد دروازہ کھول کر اندر آ گیا تھا۔ سامنے شفا بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ کتاب نے اس کا چہرہ چھپا رکھا تھا۔

"شفا۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ داؤد نے کتاب اس کے ہاتھ سے لے لی اور بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

سرخ ہوئی ناک، نم آنکھیں۔

"اچھا تو یہ پڑھائی ہو رہی ہے۔" داؤد نے کتاب بند کر کے بیڈ پر پھینکی، شفا سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔

"تم اللہ کی رضا میں راضی کیوں نہیں ہو جاتیں شفا۔" بالآخر وہ عاجز ہو کر بولا آنسوؤں کا بند جیسے ٹوٹ گیا تھا۔ شفا بلک بلک کر رو پڑی۔

"میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا داؤد بھائی۔"

"تم کیا سمجھتی ہو۔ یہ سب لوگ جو دنیا میں ہیں انہیں کوئی غم، کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے شفا۔ یہ دنیا رنج و غم سے بھری ہوتی ہے۔ ہر انسان اپنے اپنے دکھوں کی گٹھڑی اٹھائے پھر رہا ہے۔

ٹھیک ہے، تمہارے ماں باپ تم سے چھن گئے لیکن تم بے آسرا نہیں ہوئیں۔ ہم ہیں تمہارے ساتھ۔ تمہارا خیال رکھنے کے لیے اور ہمیشہ رہیں گے۔" داؤد نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے صبر نہیں آتا۔ میں اپنی مما اور پاپا کو کبھی نہیں بھول سکتی۔" شفا نے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کون کہتا ہے کہ تم انہیں بھولو۔ تم انہیں یاد رکھو لیکن یوں رو رو کر نہیں بلکہ ایک بہادر لڑکی کی طرح۔ جب بھی وہ تمہیں یاد آئیں، تم قرآن پڑھ کر اس کا ثواب انہیں بھیجو۔ یہ بہترین تحفہ ہوگا تمہاری طرف سے ان کے لیے۔ تم پڑھ لکھ کر ان کی قابل فخر بیٹی بنو۔ تم جانتی ہو ناں، نیک اولاد صدقہ جاریہ ہوتی ہے اپنے والدین کے لیے اور پھر شفا ـــــ یہ جان امانت ہے اللہ تعالیٰ کی ـــــ جانا تو ہم سب نے وہیں پر ہے۔ بس اپنے اپنے وقت پر۔ ہوں ـــــ کچھ سمجھ میں آئی میری بات۔" داؤد نے نرمی سے پوچھا۔

شفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"گڈ گرل۔" داؤد نے اس کے سر پر تھپکی دی۔

"بس اب رونا مت اوکے۔" وہ باہر نکل گیا۔

شفا نے اپنی جلتی آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

ماہا نے فریج سے تربوز کا پیالہ نکالا اور کانٹا لے کر ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھی۔ رابعہ ڈھیر ساری سبزی پھیلائے وہیں بیٹھی تھیں۔

"میں اور تمہارے ابا سوچ رہے ہیں کہ لیلیٰ کے سسرال والوں کو اگلے مہینے کی کوئی تاریخ دے دیں۔ تم کیا کہتی ہو۔" رابعہ نے آلوؤں کی ٹوکری اپنے سامنے کرتے ہوئے بات شروع کی۔

"اچھی بات ہے، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

مایا نے کندھے اچکاتے ہوئے تربوز کا بڑا سا ٹکرا منہ میں ڈالا۔

"اصل میں ہم چاہ رہے ہیں کہ تمہاری ڈیٹ بھی ساتھ ہی فکس کر دیں۔" رابعہ نے اپنا پروگرام بتاتے ہوئے اس کی رائے جاننا چاہی۔

"مجھے تو فی الحال رہنے ہی دیں۔" مایا نے تربوز کا پیالہ سائڈ پر رکھ دیا۔ ایک دم ہی دل اچاٹ ہو گیا تھا۔

"کیوں بھئی...... تمہاری منگنی لیلیٰ سے پہلے ہوئی تھی۔ اگر لیلیٰ کا مسئلہ نہ اٹکا ہوتا تو تمہاری شادی میں کب کی کر چکی ہوتی۔ اب اچھا ہے۔ دونوں فرض ساتھ ہی ادا ہو جائیں۔ ویسے بھی اس مہنگائی کے زمانے میں دو شادیوں کا خرچا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔" رابعہ آلوؤں کے چھلکے اتارتے ہوئے بولیں۔

مایا کچھ دیر خاموشی سے رابعہ کا چہرہ دیکھتی رہی۔ پھر گہری سانس لی۔ بات تو آخر کرنی تھی۔ اور شاید یہی مناسب وقت تھا۔

"امی...... میں...... داؤد سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ آپ خالہ کو انکار کر دیں۔" بالآخر اس نے اپنی دانست میں دھماکا کر دیا۔

"کیوں...... داؤد سے لڑائی ہو گئی ہے کیا؟" رابعہ بات کی سنگینی کو محسوس کیے بغیر عام سے انداز میں بولیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اپنی پسند اور چاہت سے داؤد کے ساتھ رشتہ جوڑنے والی مایا اب اس رشتے سے چھٹکارا چاہتی تھی۔

"امی...... یہ مذاق نہیں ہے۔ بہت سیریس ہوں میں اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ آپ خالہ کو انکار کر دیں ورنہ میں خود کر دوں گی۔" مایا نے زور دے کر کہا۔

رابعہ نے اپنا کام روک کر بغور اس کی شکل دیکھی۔ پھر ماتھے پر بل ڈال کر بولیں۔ "اور کیا وجہ ہے اس فیصلے کی۔ ذرا مجھے بھی تو پتا چلے۔"

مایا نے نظریں چرا لیں۔ "وجہ کوئی بھی ہو۔ جب میں تیار نہیں ہوں تو آپ زبردستی نہیں کر سکتیں میرے ساتھ۔"

"شادی بیاہ۔ رشتے ناتے کوئی گڈے گڑیا کا کھیل نہیں ہوتے مایا کہ جب دل چاہا جوڑ لیا اور جب دل چاہا توڑ لیا۔" رابعہ نے چھری میز پر پٹخی۔

"تمہاری خالہ مجھ سے پوچھیں گی تو میں کیا کہوں گی؟ تمہارا باپ مجھ سے پوچھے گا تو کیا جواب دوں گی میں۔ آخر بتانے کے لیے کوئی وجہ تو ہو ناں۔ کل تک تم جس شخص کے پیچھے دیوانی ہو رہی تھیں، آج وہ اچانک تمہیں ناپسند ہو گیا ہے تو کیوں۔ آخر کس لیے۔"

"تو کل اور آج کے حالات میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے امی۔" مایا چمک کر بولی۔

رابعہ کو ایک پل لگا تھا معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے۔ "ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ میں جانتی تھی کہ تم خود غرض ہو۔ لالچی ہو لیکن اس قدر ہو گی۔ یہ مجھے پتا نہیں تھا۔ یہی حالات اگر شادی کے بعد بدلتے تو۔ پھر کیا کرتیں تم...... چھوڑ دیتیں داؤد کو؟"

"تو یہی تو پلس پوائنٹ ہے ناں اس سارے معاملے کا کہ ابھی شادی نہیں ہوئی۔" مایا نے میز پر ہاتھ مارا۔ "ابھی میرے پاس موقع ہے۔ میں اپنا اچھا برا سوچ سکتی ہوں اور اس کے مطابق فیصلہ کر سکتی ہوں۔"

"مایا انسان کو ہمیشہ وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ رتی بھر بھی اس سے زیادہ یا کم نہیں مل سکتا۔" رابعہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اگر پُرآسائش زندگی تمہاری قسمت میں ہے تو تمہیں ضرور ملے گی۔ تم کچھ عرصہ صبر تو کرو۔"

"امی! میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں کہ آس امید پر ہی ساری زندگی خوار کر دوں۔ میں بہت پریکٹیکل لڑکی ہوں۔ اپنا نفع نقصان دیکھ کر چلنے والی۔ محض آپ لوگوں کی خوشی کی خاطر میں کنوئیں میں نہیں کود سکتی۔" مایا نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"ہاں بھئی...... تم تو بہت عقل مند ہو۔" مایا نے جل کر طنز کیا۔" حالات بدلتے دیکھ کر فوراً نظریں

پھیر لیتی ہو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ داؤد کو ریجیکٹ کرنے کے بعد کون سا امیر زادہ آئے گا تمہیں بیاہنے۔"

"اس کی آپ فکر مت کریں۔ آجائے گا امیر زادہ بھی۔ آپ کے سر پر بوجھ نہیں بنوں گی۔ بس آپ داؤد کا معاملہ ختم کریں۔" مایا کے انداز میں خود سری تھی۔

"تم بھی ایک بات کان کھول کر سن لو۔" رابعہ جلال میں آگئیں۔ "تمہاری خاطر میں اپنی بہن نہیں چھوڑ سکتی۔ شادی تو تمہاری داؤد کے ساتھ ہی ہوگی۔ میں کل ہی جاؤں گی ہاجرہ آپا کے گھر ان سے بات کرنے اور تم میرے ساتھ چلو گی۔ جو بھی خناس تمہارے دماغ میں بھرا ہے بہتر ہے کہ اسے خود ہی نکال دو۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

مایا خاموش ہوگئی۔ رابعہ کا ردعمل اس کے لیے متوقع تھا۔ داؤد کے ساتھ رشتہ جوڑنا جس قدر آسان تھا، توڑنا اتنا ہی مشکل۔ وہ رابعہ کی سگی اور اکلوتی بہن کا بیٹا تھا۔ ان کا لاڈلا بھانجا اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے صرف رابعہ ہی بلکہ پورے گھر کا پسندیدہ تھا۔ لیکن مایا نے جو ٹھان لیا تھا وہ کرنا تو تھا۔ کوئی تدبیر، کوئی طریقہ...... وہ سوچوں میں گم ہوگئی۔

"خالی دماغ شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔ کوئی کام کاج کیا کرو تو یہ فضول سوچیں تمہارے دماغ میں نہ آئیں۔ اٹھو، سبزی اندر رکھو۔" رابعہ نے ڈپٹ کر اسے اٹھایا۔ وہ منہ بنا کر سبزی کچن میں رکھنے لگی۔

☆☆☆

ہاجرہ بیگم ان دونوں کو دیکھ کر خوش ہوگئی تھیں۔

"آج تو میرے گھر میں رونق ہوگئی ہے۔" انہوں نے مایا کے رخسار چومتے ہوئے کہا۔

"گھر۔" مایا نے گہری نظر سے جائزہ لیا۔ فرش جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ کئی جگہ سیمنٹ لگا کر گڑھے بند کیے گئے تھے۔ دروازوں کی چوکھٹوں پر دیمک لگی ہوئی تھی۔ صحن کی دیواریں رنگ وروغن تو کیا پلستر سے بھی سے بھی محروم تھیں۔ چھوٹا سا تنگ کچن تھا جس میں ہاجرہ سخت گرمی میں کھانا پکاتی تھیں داؤد تو فیکٹری گیا ہوا تھا اور شفا نظر نہیں آرہی تھی کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد بالآخر مایا سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھی۔

"شفا کہاں ہے خالہ؟"

"وہ سو رہی ہے۔" ہاجرہ نے بتایا۔

"اس وقت۔" مایا نے ٹائم دیکھا۔ شام کے چار بج رہے تھے۔

"ہاں۔ اصل میں کالج جاتی ہے ناں تو صبح سویرے اٹھتی ہے۔ پھر رات کو بھی دیر تک پڑھتی رہتی ہے تو اس وقت تھوڑی دیر کے لیے سو جاتی ہے۔" ہاجرہ نے وضاحت کی پھر مسکرا کر پیار سے بولیں۔ "خیر تم بتاؤ کیا کھاؤ گی۔ کیا بناؤں رات کے کھانے میں؟"

"آپا! کچھ بھی تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت گرمی ہے۔ آرام سے بیٹھیں ہمارے پاس۔ بہت سی باتیں کرنی ہیں آپ سے۔" رابعہ نے ان سے کہا۔

"ہاں ہاں۔ ابھی تو بیٹھی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ہی بناؤں گی۔ اور گرمی ہے تو کیا کھانا چھوڑ دیں۔ میرا خیال ہے، چکن پلاؤ بنا لیتی ہوں اور ساتھ میں چکن کڑاہی۔ آخر اتنے دنوں بعد مایا آئی ہے میرے پاس۔" ہاجرہ نے نثار ہوتی نظروں سے مایا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ مایا مسکرا دی۔

تھوڑی دیر بعد شفا جاگی تو ان لوگوں سے ملنے چلی آئی۔ مایا نے بغور اس کا جائزہ لیا۔ وہ آسمانی رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ گلابی رنگت مرجھائی ہوئی تھی۔ شربتی آنکھوں میں ایک غمناک سا تاثر جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ بلا کی حسین لگ رہی تھی۔ سلام کرنے کے بعد وہ بیٹھی نہیں تھی بلکہ واپس اپنے کمرے میں چلی گئی تھی مایا کو مایوسی ہوئی۔

"خالہ، اس میں تو بہت نخرہ ہے۔" مایا نے ہاجرہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"تھوڑی دیر بھی ہمارے پاس نہیں بیٹھی۔"

"وہ جس قسم کے حالات سے گزری ہے۔ اس کے بعد زندگی کی طرف لوٹنے میں اسے تھوڑا وقت

لگے گا۔" ہاجرہ نے شفقت سے جواب دیا۔

آٹھ بجے کے قریب داؤد آیا تھا۔ دروازہ مایا نے ہی کھولا۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ بائیک ڈیوڑھی میں کھڑی کی اور بولا۔ "آج تو کمال ہو گیا۔ مایا آئی ہے۔"

مایا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ داؤد اندر آ کر رابعہ سے ملا پھر بولا۔ آپ لوگ شفا سے ملے ہیں۔"

"ہاں مل چکے ہیں۔" رابعہ کے بجائے ہاجرہ نے جواب دیا۔" بلکہ ایسا کرو بلاؤ اسے...... میں کھانا لگاتی ہوں۔"

داؤد سر اثبات میں ہلا کر باہر نکل گیا۔ واپس آیا تو اس کے ساتھ شفا تھی۔

"یہ ہے شفا، میری کزن۔ مستقبل کی ڈاکٹر شفا عباسی۔ میری تو فیملی ڈاکٹر بھی یہی ہو گی۔" داؤد نے پرجوش طریقے سے شفا کا تعارف کروایا تھا۔

مایا گہری نظروں سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ داؤد شفا کو بہت اہمیت دے رہا تھا۔ ہاجرہ نے کھانا لگا دیا تھا۔

"آپ سارا کام اکیلے کرتی ہیں خالہ شفا کو بھی اپنے ساتھ لگایا کریں۔" کھانے کے دوران مایا نے ہاجرہ سے کہا۔

"ارے نہیں۔" ہاجرہ نے پیار سے شفا کو دیکھا۔" اس کے پاس ٹائم ہی کہاں ہوتا ہے۔ بہت سخت ہے اس کی پڑھائی۔ میڈیکل پڑھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔"

"شفا! تم اکیڈمی جوائن کرنا چاہتی ہو۔" داؤد نے شفا سے پوچھا۔

"نہیں داؤد بھائی۔" شفا نے نفی میں سر ہلایا۔ "فی الحال تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

کھانے کے بعد شفا تو اپنے کمرے میں چلی گئی۔ برتن بھی مایا کو سمیٹنے پڑے۔

"چائے بنا لو بیٹا۔" وہ برتن سمیٹ کر آئی تو رابعہ نے فرمائش کر دی۔ ان کے ہاں سب کو کھانا کھانے کے بعد چائے پینے کی عادت تھی۔

"ہاں اب کام کراؤ تم میری بہو سے۔" ہاجرہ نے ہنس کر رابعہ سے کہا تھا۔ مایا نے دل ہی دل میں تلملاتے ہوئے چائے بنائی۔ داؤد چھت پر تھا۔ رابعہ اور ہاجرہ کو چائے دینے کے بعد وہ اپنی اور داؤد کی چائے لے کر چھت پر چلی آئی، وہ سامنے ہی منڈیر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ قدرے تیز چلتی ہوا بہت اچھی لگ رہی تھی۔ آس پاس کے گھروں اور چھتوں سے آنے والی روشنی میں وہ ایک دوسرے کو صاف دکھائی دے رہے تھے۔

"تمہاری کزن نے تو برتن بھی نہیں سمیٹے اور اپنے کمرے میں گھس گئی۔" مایا نے شکایتاً کہا۔ داؤد خاموش رہا۔

"خالہ سارا کام اکیلے کرتی ہیں۔ وہ اس گھر میں رہتی ہے تو اسے ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔" اس نے داؤد کو خاموش پا کر مزید کہا۔

"وہ یہاں کام کرنے کے لیے نہیں آئی ہے۔" داؤد نے جواب دیا۔ اس جواب نے مایا کو جیسے جلتے توے پر بٹھا دیا تھا۔ اسے اتنا غصہ آیا کہ برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔ بڑی مشکل سے اس نے خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا اور گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ کچھ پل یونہی خاموشی کی نذر ہو گئے۔ پھر مایا نے موضوع بدلا۔

"تم نے گھر میں اے سی بھی نہیں لگوایا۔ اب یہ مت کہنا کہ افورڈ نہیں کر سکتے۔"

"افورڈ تو میں گاڑی بھی کر سکتا ہوں۔" داؤد نے تاروں بھرے آسمان کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن میں آج کل بہت بچت سے کام لے رہا ہوں۔ فی الحال مجھے سہولتوں کی نہیں بلکہ پیسوں کی ضرورت ہے تاکہ میں اس صورت حال سے جلد از جلد نکل سکوں۔"

"اب تو شفا کی پڑھائی کا خرچا بھی تم پر آ گیا ہے۔" وہ شفا کا ذکر نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ہر انسان اپنا نصیب لے کر آتا ہے۔" داؤد کا

www.pklibrary.com

لہجہ سرسری تھا۔

"لیکن شکر ہے، تم نے یو پی ایس لگوا لیا ہے۔" مایا نے اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے خوش گوار لہجہ اختیار کیا۔

"ہاں۔ یہ مجبوری تھی یہاں لائٹ بہت جاتی ہے۔" داؤد مسکرایا۔

"داؤد! تم سے ایک بات کرنی تھی۔" مایا نے تھوک نگل کر داؤد کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں کہو۔" وہ پوری طرح متوجہ ہو گیا۔

"امی چاہ رہی ہیں کہ ہماری شادی بھی لیلیٰ کے ساتھ ہی کر دیں۔ تم جس قسم کے حالات سے گزر رہے ہو۔ ہر چیز میں اتنی بچت کر رہے ہو تو اس میں شادی...... میرا مطلب ہے، میرے بھی کچھ ارمان ہیں۔ شادی کے بعد میں کوئی خواہش کروں گی اور تم پوری نہیں کر سکو گے تو خواہ مخواہ جھگڑے ہوں گے۔ تم تو ضروریات زندگی کو بھی لپیٹ کر کے گزارا کر رہے ہو پھر اس پر شادی اور اس کے خرچے۔" گڑبڑاتے ہوئے اپنی بات اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" داؤد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں فی الحال یہ سب نہیں چاہتی۔" مایا نے جلدی سے کہہ دیا۔ "میں شادی کر کے اس گھر میں نہیں آنا چاہتی۔ میں انتظار کر لوں گی۔ تم بھی آرام سے اپنے مسائل حل کر لو۔ کم از کم اس کے بعد ہم انجوائے تو کریں گے ناں۔"

داؤد اثبات میں سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ مایا نے مطمئن ہو کر گہری سانس لی وہ جانتی تھی کہ داؤد اب سب کچھ سنبھال لے گا اور اس معاملے میں اس کا نام بھی آنے نہیں دے گا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ داؤد کا شفا پر توجہ دینا مایا کو بے حد برا لگا تھا۔ گھر واپس آنے تک وہ یہی سب سوچ سوچ کر کڑھتی رہی۔

"آپ نے دیکھا تھا امی۔ داؤد کیسے شفا کے آگے پیچھے پھیر رہا تھا۔" واپس آ کر مایا نے رابعہ سے کہا۔

"ارے نہیں۔ وہ بس اس کی دل جوئی کر رہا تھا اور کچھ نہیں۔" جو بات مایا کو مسلسل پریشان کر رہی تھی رابعہ نے اسے محسوس ہی نہیں کیا تھا۔

"اور خالہ...... خالہ نے اس کو کیسے مہارانی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اتنی مغرور لڑکی ہے وہ۔ اتنی روڈ کہ ایک دفعہ بھی مسکرا کر ہم سے بات نہیں کی۔ جیسے کہیں کی شہزادی ہو۔ اور وہ ماں بیٹا غلام بنے ہوئے تھے اس کے۔" مایا نے دل کی بھڑاس نکالی۔

"تم جانتی ہو مایا! کتنے بڑے حادثے سے گزری ہے وہ۔ اب ہمارے پاس بیٹھ کر ٹھٹھے تو نہیں لگا سکتی تھی اور جہاں تک کام کی بات ہے۔ ہاجرہ آپا کو اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے۔ وہ اس سے کرائیں یا نہ کرائیں، یہ ان کے اپنے گھر کا معاملہ۔ ہمیں اس سے کیا۔" رابعہ نے بات ختم کرنے کی کوشش میں بڑھا دی تھی۔ مایا ان کی بات سن کر آگ بگولا ہو گئی۔

"اور اس گھر میں آپ مجھے بھیج رہی ہیں۔" وہ بھڑک کر بولی۔ "جہاں داؤد اور خالہ کے کام کرنے کے ساتھ ساتھ اس مہارانی کی بھی خدمت کرنی پڑے گی مجھے۔ اس کے ماں باپ مرے ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ سب کے سروں پر سوار ہو کر بیٹھ جائے اور سب سے بڑی مصیبت تو وہ بنے گی۔ میرے لیے۔ لیکن یہاں کس کو پروا ہے میری۔ بس سر سے اتارنے کی پڑی ہے۔"

وہ دیر تک بڑبڑاتی رہی اور چیزیں پٹخ پٹخ کر اپنا غصہ اتارتی رہی۔ وہ داؤد کو ذہنی اور دلی طور پر چھوڑ چکی تھی۔ لیکن پھر بھی اس کا شفا کی طرف متوجہ ہونا اسے برا لگ رہا تھا، اتنا برا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ ان دونوں کو ایسا مزہ چکھائے کہ وہ ساری عمر یاد رکھیں۔

☆☆☆

اور واقعی داؤد نے معاملہ سنبھال لیا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ تب تک شادی نہیں کر سکتا جب

www.pklibrary.com

تک کسی بہتر علاقے میں گھر نہ لے لے۔ سو اب شادی صرف لیلیٰ کی ہوئی تھی۔

ان ہی دونوں لیلیٰ کی ساس کو انجائنا کا ہلکا سا اٹیک ہو گیا تو شادی کی تاریخ مزید آگے بڑھ گئی۔

اب شادی اکتوبر کے اواخر میں طے پائی تھی۔

اس دوران مایا اور ارسل کی دوستی کافی بڑھ چکی تھی، اتنی زیادہ کہ مایا ارسل کا ساتھ پانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔

بالآخر شادی کا موقع بھی آپہنچا۔ آج لیلیٰ کی مہندی تھی۔ گھر کی چھت کافی بڑی تھی، اس لیے مہندی کی تقریب کا انتظام چھت پر ہی کیا جارہا تھا۔ داؤد، بلال اور خاندان کے دیگر لڑکوں کے ساتھ چھت پر مصروف تھا۔ چھت کی باقاعدہ تزئین و آرائش کی جارہی تھی۔ اسٹیج بنایا جارہا تھا۔ لائٹنگ میوزک کا انتظام، کرسیوں کی سیٹنگ کافی کام تھا۔

لیلیٰ تیار ہونے پارلر گئی ہوئی تھی۔ قریبی رشتہ دار آچکے تھے۔ مایا مہندی کلر کے لانگ فراک میں بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔ رشتہ دار لڑکیوں کے ساتھ مہندی کے تھال سجا کر وہ فارغ ہوئی تو اس کی نظر شفا پر پڑی۔

وہ ہاجرہ بیگم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ پنک فراک کے ساتھ گرے چوڑی دار پاجامہ اور گرے کام دار دوپٹہ میں ملبوس تھی۔ بھورے سیدھے بال شانوں پر پڑے تھے۔ چہرہ البتہ سادہ تھا۔ میک اپ کے نام پر اس نے لپ اسٹک تک نہیں لگا رکھی تھی۔ مایا نے اسے اشارے سے بلایا اور اسے ساتھ لے کر اپنے کمرے کی طرف آگئی۔

''مجھے لگا تم بور ہو رہی ہو اس لیے میں تمہیں اپنے ساتھ لائی ہوں۔ تمہیں برا تو نہیں لگا۔'' مایا نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے شفا کو مخاطب کیا۔

''نہیں؟'' شفا نے مختصر سا جواب۔

''تم اتنا اچھا تیار ہوئی ہو لیکن تم نے میک اپ نہیں کیا۔ آؤ تمہارا میک اپ کر دوں۔'' مایا نے ڈریسنگ سامنے کھڑے ہو کر دوستانہ انداز میں کہا۔

''نہیں مایا جی۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔'' شفا نے مایا کو آئینے میں دیکھتے ہوئے انکار کیا۔

''اچھا۔ کم از کم لپ اسٹک تو لگا لو۔'' مایا نے مناسب کلر کی لپ اسٹک ڈھونڈتے ہوئے کہا اور پھر ایک لپ اسٹک اس کی طرف بڑھائی۔ ''یہ لو یہ پنک لپ اسٹک ہے۔ تم لگاؤ، میں آتی ہوں۔ جانا نہیں کہیں۔''

وہ شفا کو اپنے کمرے میں چھوڑ کر کچن میں گئی۔ کچن میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے فریج کھول کر جوس کا پیک نکالا۔ جس کو گلاس میں ڈال کر فریج کے سائڈ دوڑ سے ایک دوائی نکالی اور چند قطرے جوس کے گلاس میں ڈال دیے۔ یہ ایک بے ہوشی کی دوا تھی جو پینے والے کو کچھ دیر کے لیے غافل کر دیتی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر دوائی دوبارہ اپنی جگہ پر رکھی۔ چمچ سے جوس مکس کیا اور گلاس لے کر اپنے کمرے میں آگئی۔ شفا بیڈ پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

''ہاں، اب اچھی لگ رہی ہو ناں لپ اسٹک لگا کے۔'' مایا نے مسکرا کر اس کی تعریف کی اور جوس اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ لو۔''

''اس کی کیا ضرورت تھی۔'' شفا نے گلاس تھام لیا۔

''بھئی، تم اسپیشل مہمان ہو۔ آخر پہلی دفعہ ہمارے گھر آئی ہو۔ تم جوس پی لو۔ اتنی دیر میں میں اپنا میک اپ ٹھیک کر لیتی ہوں۔'' مایا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی بال برش کیے پھر لپ اسٹک ڈارک کی لیکن نظر آئینے میں سے نظر آتی شفا پر ہی تھی۔ جوں ہی شفا نے جوس ختم کیا وہ اس کی طرف مڑی۔

''آؤ شفا! یہ مہندی کے تھال اسٹور میں رکھ آئیں۔''

شفا نے دیکھا وہاں ٹیبل پر دو مہندی کے تھال رکھے تھے۔ دونوں نے ایک ایک اٹھایا اور اسٹور کی

طرف چل دیں۔ اسٹور میں داخل ہوتے ہوئے شفا ہلکا سا لڑکھڑائی۔

''کیا ہوا۔'' مایا نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں۔ چکر سا آیا ہے۔'' شفا نے سر کو ہلکا سا جھٹک کر جواب دیا۔ اسٹور میں دو پیٹیاں لائن میں رکھی ہوئی تھیں۔ ان پر پہلے سے مہندی کے سجے ہوئے تھال پڑے تھے۔ ان دونوں نے اپنے اپنے تھال وہیں پر رکھ دیے۔

''مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم یہاں پر بیٹھو۔'' مایا نے کرسی گھسیٹ کر پنکھے کے نیچے کی اور پنکھا چلا دیا۔ شفا کرسی پر بیٹھ گئی اس کی آنکھیں بند ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

''تم بیٹھو۔ میں مٹھائی کے ڈبے لے کر آتی ہوں۔ ساری چیزیں یہاں اکٹھی رکھی ہوں گی تو لے جانے میں آسانی ہوگی۔'' مایا کمرے سے نکل گئی۔ باہر نکل کر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے سے ایک نو دس سال کا شرارتی سا بچہ گزر رہا تھا۔ مایا نے اسے بلایا۔

''داؤد بھائی کو جانتے ہو تم۔'' مایا نے جھک کر دھیمی آواز میں اس سے پوچھا۔

''جی!'' بچے نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''وہ چھت پر ہوں گے۔ ان سے کہو، مایا آپی بلا رہی ہیں۔'' بچہ اس کی بات سن کر بھاگا تھا۔

''سنو!'' مایا نے اسے پیچھے سے پکار کر روکا۔

''میں اسٹور میں ہوں۔'' مایا نے اسٹور کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ بچہ اثبات میں سر ہلا کر بھاگ گیا۔ مایا نے آس پاس دیکھا۔ شکر ہے اس کے پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ کچھ دور چند لڑکیاں کھڑی تھیں لیکن ان کی ساری توجہ اپنا فوٹو شوٹ کرنے کی طرف تھی۔

وہ برآمدے کے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگی کچھ دیر بعد داؤد سیڑھیاں اتر کر کے نیچے آتا دکھائی دیا۔ اسے اسٹور کی جانب جاتے دیکھ کر مایا چپکے سے اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اب اسے اگلا قدم اٹھانا تھا۔

☆☆☆

داؤد اسٹور میں داخل ہوا تو سامنے کرسی پر شفا بیٹھی نظر آئی۔ وہ بے ہوش تھی اور اس کا سر غیر آرام دہ حالت میں کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ داؤد بے ساختہ پریشان ہو کر آگے بڑھا۔

''شفا!'' اس نے شفا کا کندھا ہلایا۔ پھر رخسار تھپتھپایا۔ ''شفا!''

یہی وقت تھا جب مایا اپنی کچھ رشتے دار خواتین کے ساتھ اسٹور میں داخل ہوئی۔ سامنے نظر آنے والا منظر کچھ یوں تھا کہ داؤد کی پشت دروازے کی طرف تھی اور وہ کرسی پر جھکا ہوا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں۔'' مایا بلند آواز سے چلائی۔ داؤد سیدھا ہو کر پلٹا تو منظر مزید واضح ہوا۔ کرسی پر بیٹھی شفا سب کو دکھائی دی۔ عورتوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

''مایا۔ دیکھو شفا کو کیا ہوا۔ میرا خیال ہے بے ہوش ہو گئی ہے۔'' داؤد نے مایا کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ جو سچویشن پیدا ہو چکی تھی۔ وہ دور دور تک اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔

''تم نے کیا کیا ہے اس کے ساتھ جو یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔''

مایا کی آواز اونچی تھی۔ اس قدر اونچی کہ آس پاس کے کمروں تک بخوبی پہنچ رہی تھی۔

''میں نے کیا کرنا ہے۔ میں یہاں آیا ہوں تو یہ بے ہوش تھی۔ میرا خیال ہے، میں ڈاکٹر کو بلا لیتا ہوں۔''

داؤد نے اپنی جیب سے موبائل فون نکالا۔ اس کے دل میں چور ہوتا تو وہ مایا کے بگڑے تیور محسوس کرتا یا عورتوں کی نظروں کی معنی خیزی پر ہی غور کر لیتا۔

''تم اپنا یہ ڈراما بند کرو۔'' مایا غصے سے دھاڑی۔

''کیا ہوا ہے؟'' اسی وقت رابعہ ہاجرہ کے

www.pklibrary.com

ساتھ اسٹور میں داخل ہوئیں۔ راستے میں کھڑی عورتوں کو ہاتھ سے ہٹا کر آگے بڑھیں اور ماتھے پر بل ڈال کر مایا کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے مایا۔ کیوں تماشا لگایا ہوا ہے یہاں پر۔"

"امی ...... اس سے پوچھیں۔ یہ یہاں پر کیا کر رہا تھا اس لڑکی کے ساتھ؟" مایا داؤد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چلائی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اب کے داؤد کو بھی معاملے کی نزاکت کا احساس ہوا۔ آس پاس کھڑی عورتیں، مایا کا غصیلا انداز، وہ جیسے کسی کٹہرے میں کھڑا تھا۔

"بھابھی! ایک جوان جہاں لڑکا ساری شادی چھوڑ کر ایک غیر لڑکی کے ساتھ اکیلے کمرے میں گھسا ہو تو کیا مطلب ہے اس کا۔" مایا کی چچی نے ہاتھ نچا کر رابعہ سے کہا۔

"کیا بکواس ہے یہ!" داؤد دھاڑا "آپ کو شرم نہیں آتی اس طرح کی بات کرتے ہوئے۔"

"تو بیٹا جی! شرم تو تمہیں آنی چاہیے اس طرح کے کام کرتے ہوئے۔" چچی نے جواباً طنز کیا۔

"خالہ! میں تو مایا سے ملنے۔"

"میرا نام مت لو داؤد۔" مایا نے اس کی بات کاٹی۔ "تم دن رات اس لڑکی کے ساتھ رہتے ہو پھر بھی تمہارا دل نہیں بھرا۔ تم یہاں اسٹور میں اس کے ساتھ گھس گئے۔"

"مایا! فضول بکواس مت کرو۔" داؤد نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔ خاموش کھڑی ہاجرہ عورتوں کے درمیان سے نکل کر آگے بڑھیں۔

"ارے اسے تو دیکھو کیا ہوا ہے۔ یہ کیوں بے ہوش ہے۔" انہوں نے شفا کا کندھا ہلا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ شفا نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ مایا نے اپنے ہاتھ سے منگنی کی انگوٹھی اتاری اور ہاجرہ کے سامنے کی۔

"خالہ پکڑیں یہ اپنی انگوٹھی۔ میں اس بدکردار شخص کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔"

"تم زیادتی کر رہی ہو مایا۔" ہاجرہ نے انگوٹھی نہیں پکڑی تھی۔ "تم بچپن سے جانتی ہو داؤد کو۔ اس کا کردار شیشے کی طرح شفاف ہے۔"

"معاف کرنا بہن! جوان اور حسین لڑکی دن رات سامنے ہو تو مضبوط سے مضبوط کردار والے مرد کو بھی بہکتے دیر نہیں لگتی۔" یہ مایا کی پھپھو تھیں۔

شفا کسی قدر حیرت سے اس مجمعے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ یکایک کیوں غافل ہوگئی تھی اور ہوش میں آنے پر یہ کس قسم کی عدالت اس کے اردگرد لگی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"آنٹی! کیا دیکھا ہے آپ نے؟" داؤد بھڑک کر پھپھو کی طرف مڑا۔

"وہ بے ہوش تھی اور میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آپ لوگوں نے پتا نہیں کیا فسانہ بنالیا ہے۔"

اس سے قبل کہ داؤد کی بات پر کوئی غور کرتا، مایا نے ہاجرہ کا ہاتھ پکڑ کر انگوٹھی انہیں تھما دی۔ "پکڑیں آپ انگوٹھی خالہ! اور مجھے معاف رکھیں اس رشتے سے۔"

رابعہ خاموشی سے یہ سب دیکھ اور سن رہی تھیں۔ انہیں حقیقتاً سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس کی بات کا یقین کریں اور کس کا ساتھ دیں۔

"میں جا رہا ہوں امی۔" داؤد نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

"ٹیکسی منگواؤ، ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔" ہاجرہ نے شفا کو بازو پکڑ کر اٹھایا۔ داؤد باہر نکل گیا تھا۔

"اس کا چیک اپ کروالیں خالہ، کہیں ماں بننے والی تو نہیں ہے۔" مایا نے طنزیہ انداز میں ہاجرہ کو مشورہ دیا۔

"کسی پر تہمت اور بہتان لگانا بہت بڑا گناہ ہے مایا۔ جو تم نے آج کیا ہے، اس کا بدلہ پانے کے لیے ہمیشہ تیار رہنا۔ اللہ بہت انصاف کرنے والا

www.pklibrary.com

ہے۔" ہاجرہ نے دکھی لہجے میں کہا اور شفا کو لے کر اسٹور سے باہر نکل گئیں۔

"آپا...... آپا......" رابعہ کو جیسے اب ہوش آیا تھا۔ وہ ہاجرہ کے پیچھے لپکیں۔ "ایسے ناراض ہو کے تو مت جائیں۔"

"ابھی کوئی کسر رہ گئی ہے رابعہ؟" ہاجرہ نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

ٹیکسی میں ہاجرہ اور شفا کو گھر چھوڑ کر داؤد گھر سے باہر نکل گیا تھا۔ رات کافی زیادہ سرد تھی لیکن اس کے تن بدن میں آگ بھڑک رہی تھی۔

اتنا بڑا بہتان، اتنا سنگین الزام، اس کے کردار پر کیسا کیچڑ اچھالا گیا تھا۔ اس کو ذلیل اور رسوا کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ بے قصور ہونے کے باوجود وہ مجرم ٹھہرا دیا گیا تھا۔ بے گناہ ہونے کے باوجود اسے سزا سنا دی گئی تھی۔ اور یہ سب کرنے والی کون تھی۔ وہ لڑکی جس کے ساتھ وہ اپنی پوری زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ کیا وہ جانتی نہیں تھی کہ اس نے کس طرح ہمیشہ خود کو ہر قسم کی آلودگی سے پاک صاف رکھا تھا۔ پھر بھی اس نے اس کے ساتھ یہ سب کیا۔ اور اس سب میں اس معصوم لڑکی کو بھی ملوث کر دیا جس کے فرشتوں کو بھی اس سارے معاملے کی خبر نہ تھی۔ پتا نہیں وہ کچھ جان سکی یا نہیں لیکن اگر اسے معلوم ہو گیا تو وہ کس قدر دکھی ہوگی وہ جو پہلے ہی غموں سے چور تھی۔

"مایا! یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔" داؤد نے راستے میں پڑے پتھر کو زور سے ٹھوکر ماری۔ "اگر تمہیں کوئی شک تھا تو تنہائی میں بات کرتیں مجھ سے۔ تم نے تو تماشا بنا دیا میرا۔ کالک اٹھا کر میرے چہرے پر مل دی۔ کیچڑ سے داغ دار کر دیا مجھے۔"

آدھی رات کو اندھیری سڑکوں پر چلتے چلتے اس کے پاؤں دکھنے لگے تھے۔ لیکن دل کے درد کو آرام نہ آیا تھا۔ تقریباً تین بجے اس نے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا تھا۔ ہاجرہ اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ہاجرہ اس کے پیچھے آئی تھیں۔

وہ بیڈ پر بیٹھا جوتے اتار رہا تھا۔ وہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گئیں۔ داؤد ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

"امی! کیا آپ بھی مجھے گناہ گار سمجھتی ہیں۔"

"نہیں میرے بچے۔" ہاجرہ نے اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سلجھایا۔ "مجھے اپنے بچے پر اتنا ہی یقین ہے جتنا خود پر۔"

"تو پھر اس نے میرے ساتھ ایسے کیوں کیا۔ مجھے بھرے مجمعے میں ذلیل کر کے رکھ دیا۔" داؤد نے شکوہ کیا۔

"ایک بات یاد رکھو میرے بیٹے۔ کسی کے ذلیل کرنے سے انسان ذلیل نہیں ہوتا جب تک اللہ اسے ذلیل نہ کرے۔ عزت اور ذلت کا مالک صرف اللہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان لوگوں نے تم پر بہتان لگایا۔ کیچڑ اچھالا لیکن یہ محض ان کے اپنے اندر کی گندگی تھی جو انہوں نے تم پر اچھال دی لیکن اگر تم پاک صاف ہو تو کسی کے گندا کرنے سے تم کبھی بھی گندے نہیں ہو سکتے۔" ہاجرہ نے دھیمے لہجے میں داؤد کے جلے دل پر مرہم رکھا۔

"لیکن امی! وہ سب غلط سمجھ رہے تھے اور بہت ناجائز باتیں کر رہے تھے۔"

"یہ دنیا ہے، داؤد...... یہاں بہت سے لوگ تمہیں غلط کہیں گے اور ناجائز باتیں بھی کریں گے۔ یہاں تو نبیوں اور ولیوں کو نہیں چھوڑا گیا۔ ہم تو پھر بہت عام سے اور گناہ گار بندے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ تم صحیح ہو اور صحیح رہو۔ اگر تم اللہ کی نظر میں سرخرو ہو تو پھر تمہارا سر نہیں جھکنا چاہیے۔ تمہیں شرمندہ ہونے یا نظریں چرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" ہاجرہ نے پیار سے اسے سمجھایا۔

"اور ایک بات اور...... اس بات پر جتنا افسوس تم نے کرنا تھا۔ آج کر لیا۔ آئندہ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گی کہ تم اس واقعے کی وجہ سے کوئی ملال اپنے دل میں رکھو یا اپنا خون جلاؤ۔" ہاجرہ نے اس کی پیشانی چومی۔

"شفا ٹھیک ہے؟" داؤد نے دھیمے لہجے میں

پوچھا۔

"ہاں۔ وہ تو فوراً ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ پتا نہیں وہ بے چاری بھی کیا محسوس کر رہی ہوگی۔ ذرا شادی کا ہنگامہ ختم ہولے تو ایک دفعہ جا کے پوچھوں گی تو سہی رابعہ سے کہ آخر ان لوگوں نے ہمارے ساتھ ایسا کیا کیوں۔" ہاجرہ کڑھتے ہوئے بولیں۔

"ایک بات بتادوں امی۔ ماہا سے اب میں کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ داؤد نے واضح کیا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ سر ہلا کر باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

"آئس کریم کھاؤ گی۔" شفا کو کالج سے واپس لاتے ہوئے داؤد نے ایک آئس کریم اسپاٹ کے پاس بائیک روکی۔

"رہنے دیں داؤد بھائی۔" شفا نے انکار کیا۔

"تم واحد لڑکی ہو جو آئس کریم کو منع کر رہی ہو۔ آؤ میرے ساتھ۔" داؤد بائیک پارک کر کے اسے اندر لے گیا۔

"کل۔۔۔۔ تمہیں برا تو بہت لگا ہوگا۔" وہ دونوں ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے تھے اپنی آئس کریم میں چمچ ہلاتے داؤد نے جانچتی نظروں سے شفا کو دیکھ کر پوچھا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک سارے واقعے سے آگاہ تھی۔

"مجھے آپ کے لیے برا لگا تھا۔" شفا نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

داؤد گہری سانس لے کر رہ گیا۔ یعنی وہ سب جانتی تھی۔ ظاہر ہے وہ کوئی کم عقل، بے وقوف لڑکی نہیں تھی۔ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اچھی خاصی ذہین تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد سب کی باتیں سن کر وہ سمجھ گئی تھی کہ ان دونوں پر کس قسم کے الزام لگائے جا رہے تھے۔

"میں کوئی کمزور لڑکی تو ہوں نہیں کہ ان الزامات کی وجہ سے مجھ پر زندگی کے دروازے بند ہو جائیں گے۔" داؤد نے اسے تسلی دینے کے لیے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔

"لیکن میں تو لڑکی ہوں ناں۔" شفا نے بے ساختہ کہا۔

داؤد ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا پھر بشاشت سے مسکرایا۔

"ہاں، تم ایک لڑکی ہو۔ لیکن ایک بہادر لڑکی۔ ایک بہت بڑا مقصد تمہارے سامنے ہے۔ تم نے ڈاکٹر بننا ہے۔ ایک کامیاب ڈاکٹر، فضول اور غیر اہم باتوں کو سوچنے کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں ہونا چاہیے۔" کچھ بھی تھا۔ اسے شفا کے دل کو ایک اور داغ لگنے سے بچانا تھا۔

"آپ میری فکر مت کریں۔" شفا نے داؤد کو تسلی دی۔ "میں جس غم کے ساتھ جی رہی ہوں اس کے سامنے ہر بات چھوٹی لگتی ہے اور ہر دکھ معمولی۔" بات کرتے کرتے اس کا لہجہ بھیگ گیا۔

ایک دکھ کا لمحہ ان دونوں کے بیچ آ کر ٹھہر گیا تھا۔ داؤد کا پور پور اس لمحے کی حساسیت میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر موضوع بدلا۔

"ویسے تمہاری فیورٹ آئس کریم کون سی ہے۔ میں تمہیں ہر دفعہ چاکلیٹ آئس کریم کھلا دیتا ہوں۔ پتا نہیں تمہیں پسند بھی ہے یا نہیں۔"

شفاء اداسی سے مسکرائی۔ "مجھے چاکلیٹ فلیور پسند ہے۔ عام طور پر ہم لوگ ایک ہی فلیور کے ساتھ سٹک (Stick) ہو جاتے ہیں ناں۔ باقی فلیورز چیک ہی نہیں کرتے۔ ایک دفعہ میں نے اور ماما نے پلان کیا تھا روز آئس کریم کے کم از کم دو یا تین فلیورز ٹیسٹ کیا کریں گے تاکہ پتا چلے تو کہ باقی فلیورز کیسے ہوتے ہیں۔"

"واقعی!" داؤد سر ہلا کر ہلکا سا ہنسا۔ "میں تو خود ہر دفعہ بس مینگو آئس کریم کھا لیتا ہوں۔ کبھی باقی فلیورز چیک ہی نہیں کیے۔ پھر تم نے کتنے فلیورز کھائے۔"

"تقریباً آٹھ دس دن تو ہم دونوں نے اس مشن پر کام کیا۔ آئس کریم اسپاٹس پر بہت سے فلیورز

سیم ہی ہوتے ہیں۔ فور اسٹار اور فائیو اسٹار ہوٹلز میں چیک کررہے تھے کہ پاپا بزی ہوگئے اور پھر یہ سلسلہ رہ ہی گیا۔

''چلو پھر ہم بھی کوئی اور فلیور منگواتے ہیں۔''

داؤد نے ویٹر کو اشارہ کرکے بلایا۔

☆☆☆

اس شام لیلیٰ کی بارات تھی۔ مہمان آرہے تھے لیکن رابعہ کی نظریں صرف ہاجرہ اور داؤد کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ بالآخر مایوس ہوکر انہوں نے پاس سے گزرتی مایا کو بلایا۔

''آپا نہیں آئیں مایا۔''

''امی! کمال کرتی ہیں آپ بھی جوان کا انتظار کررہی ہیں۔'' مایا نے چہرے پر آتی بالوں کی لٹ پیچھے کی۔ ''کس منہ سے آئیں گی وہ اب؟ آنے کے قابل ہیں وہ؟''

''ایسے تو مت کہو۔ ایک ہی بہن ہے میری۔'' رابعہ نے ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میرا خیال ہے فون کرلیتی ہوں۔''

''فون کرنے سے نہیں آئیں گی وہ۔ ناراض بیٹھی ہوں گی۔ آپ ان کی فکر کرنے کے بجائے مہمانوں کو دیکھیں۔ بارات بھی آنے والی ہے۔''

مایا اپنا لہنگا سنبھالتی سامنے سے آتی عبیرہ کی طرف بڑھ گئی۔ ارسل بھی آیا ہوا تھا۔ اس لیے آج وہ کچھ زیادہ ہی خوش تھی۔ رابعہ نے گہری سانس لی اور مہمانوں کو ٹائم دینے لگیں۔

☆☆☆

لیلیٰ کی شادی کو تقریباً دو ہفتے گزر چکے تھے جب ہاجرہ نے رابعہ کی طرف جانے کا پروگرام بنایا۔ ٹیکسی گھر کے دروازے تک نہیں جاسکی تھی۔ کیونکہ دروازے پر ایک لمبی سی چمچماتی کار کھڑی تھی۔ بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔

لیلیٰ کے سسرال والے تو اتنے امیر نہیں تھے پھر کون آیا ہوا تھا۔ وہ حیران ہوتی ہوئی گھر میں داخل ہوئیں۔ گھر کا سامنے والا حصہ خالی پڑا تھا۔ البتہ ڈرائنگ روم سے ہنسنے اور باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اسی وقت رابعہ کچن سے نکلیں تو سامنے سے آتی ہاجرہ پر نظر پڑی۔ وہ لپک کر ان کی طرف بڑھیں۔

''ارے آپا! آپ۔''

''کوئی آیا ہوا ہے کیا؟'' ہاجرہ نے پوچھا۔

''جی!'' رابعہ ہلکا سا گڑبڑائیں۔ ''وہ انعام صاحب کے جاننے والے ہیں۔ آپ ادھر آجائیں میرے کمرے میں۔''

رابعہ نے ہاجرہ کو اپنے کمرے میں لے جاکر بیڈ پر بٹھایا۔ ''آپ بیٹھیں، میں آتی ہوں۔'' وہ کمرے سے نکل گئیں۔

ہاجرہ تھوڑی دیر ان کا انتظار کرتی رہیں پھر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ایسا بھی کون آیا ہوا ہے جس کے لیے سارا گھر ہی مصروف ہوگیا ہے۔''

ہاجرہ کمرے سے باہر نکلیں۔ غالباً سب لوگ ڈرائنگ روم میں ہی تھے۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھیں لیکن اندر کے منظر نے ان کے قدم دروازے پر ہی روک دیے۔

ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر مایا پنک کام دار کپڑوں میں دلہن بنی بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک سوٹڈ بوٹڈ لڑکا بیٹھا۔ اسے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ لڑکے کے ساتھ ایک بنی سنوری لڑکی بیٹھی تھی۔ دوسرے صوفے پر انعام صاحب اور رابعہ موجود تھے۔ اسی وقت بلال کی نظر ہکا بکا کھڑی ہاجرہ پر پڑی تو اس نے رابعہ کو اشارہ کیا۔ رابعہ فوراً اٹھ کر باہر آئیں۔

''آپا۔''

ہاجرہ نے ایک غصیلی نظر ان پر ڈالی اور واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

''آپا! میری بات تو سنیں۔'' رابعہ نے ان کے پیچھے لپک کر انہیں روکا۔

''مجھے صرف اتنا بتادو رابعہ! کہ تم نے رشتہ توڑنا

www.pklibrary.com

ہی تھا تو صاف انکار کر دیتیں۔ میرے بیٹے اور بھتیجی پر الزام لگانے کی کیا ضرورت تھی۔" ہاجرہ نے ماتھے پر بل ڈال کر رابعہ سے پوچھا۔

"آپا! آپ اندر تو آئیں۔ بیٹھ کر آرام سے بات کرتے ہیں۔" رابعہ نے ان کا بازو پکڑ کر اندر کمرے میں لے جانے کی کوشش کی۔ ہاجرہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئیں۔ "تم نے ہمارا تماشا کیوں بنایا۔ ہمیں کیوں ذلیل کیا۔ جانتی ہو ناں، بہتان لگانا کتنا بڑا گناہ ہے۔"

"آپا! وہ صرف مایا کی بے وقوفی تھی۔ بہت شرمندہ ہے وہ۔ آپ سے معافی مانگے گی۔ آپ اندر آ کر بیٹھیں تو سہی۔" رابعہ نے لجاجت سے کہا۔

"رابعہ...... میری ایک بات غور سے سن لو۔" ہاجرہ نے انگلی اٹھا کر سختی سے کہا۔ "آج سے تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے مر گئی۔"

"آپا ایسے مت کہیں۔ میری بات تو سنیں۔"

رابعہ — انہیں پکارتی رہ گئیں لیکن وہ تیز تیز قدم اٹھاتی گھر سے باہر نکل گئیں آج ان کا دل بہت دکھا تھا۔ ساری حقیقت واضح ہو کر ان کے سامنے آ گئی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھیں کہ ان کے بدلتے حالات کی وجہ سے رابعہ اور مایا کی نظریں پھری تھیں۔

اب ان کے پاس لمبی لمبی گاڑیاں رہی تھیں نہ اونچا بنگلہ وہ اپنے پرانے بوسیدہ گھر میں شفٹ ہو گئی تھیں۔ دوبارہ غریب ہو گئی تھیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف رشتہ اور تعلق نبھانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن انکار کرنے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔

بھرے مجمعے میں ان ماں بیٹے کو ذلیل کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ ان کے نیک شریف بیٹے پر بدکرداری کا الزام لگا کر انگوٹھی ان کے منہ پر ماردی گئی تھی اور تو اور ان لوگوں نے تو اس معصوم لڑکی کو بھی نہیں بخشا تھا جو پہلی بار ان کے گھر گئی تھی۔

اب جیتے جی تو وہ کبھی رابعہ اور ان کی بیٹی کو معاف نہیں کر سکتی تھیں۔

☆☆☆

کمرے میں خاموشی تھی۔ ہاجرہ اپنے بستر پر بیٹھی تھیں۔ ان کے پاس شفا بھی تھی اور کچھ دور کرسی پر داؤد سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ہاجرہ جو بات کر رہی تھیں، وہ ان دونوں کے لیے اتنی اچانک اور حیران کن تھی کہ وہ دونوں ہکا بکا رہ گئے تھے۔ ایسی بات جس کا انہوں نے آج تک تصور بھی نہیں کیا تھا۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ بات ہاجرہ کس قدر آرام سے کہہ رہی تھیں۔

"زندگی اور موت...... ان دونوں کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ آج میری آنکھیں اگر بند ہو جائیں تو تم تو مرد ہو۔ اپنا آپ سنبھال لو گے۔ شفا کیا کرے گی۔ کس حیثیت سے رہو گے تم دونوں ایک ہی گھر میں اور ...... لوگوں کی زبانیں تو تم نے دیکھ ہی لی ہیں۔" ہاجرہ نے کہتے ہوئے گہری سانس لی۔

"امی! ایسی بات مت کریں۔" داؤد بے چین ہو کر ان کے پاس آ بیٹھا۔ ہاجرہ نے پیار سے اس کی پیشانی چومی۔ "میں عمر کے جس حصے میں ہوں بچے! وہ عمر ڈھلوان ہے۔ واپسی کا سفر بہت تیزی سے ہوتا ہے۔ شفا میرے پاس امانت ہے۔ میں چاہتی ہوں اپنی زندگی میں اسے مضبوط ہاتھوں میں سونپ دوں۔ اور میری نظر میں میرے بیٹے سے بہتر اس کے لیے کوئی نہیں ہے۔" وہ شفا کی طرف مڑیں اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر بوسہ دیا۔

"میں جانتی ہوں، تمہارے لیے یہ سب بہت اچانک ہے اور شاید مشکل بھی لیکن بیٹے! زندگی میں مشکل فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔"

"تائی امی! میری پڑھائی؟ اس کا کیا ہوگا۔" شفا نے پریشان ہو کر ہاجرہ کی شکل دیکھی۔ اسے اپنا برسوں کا خواب ہاتھوں سے پھسلتا محسوس ہو رہا تھا۔

"ارے تم کیا سمجھ رہی ہو۔" ہاجرہ دھیرے سے ہنسیں۔ "ابھی صرف نکاح ہوگا۔ تم اپنی پڑھائی مکمل کرو۔ داؤد اپنا بزنس سیٹ کرے۔ رخصتی تمہارے ڈاکٹر بننے کے بعد کریں گے۔ تمہیں کوئی ٹینشن، کوئی

پریشانی نہیں ہوگی۔ تم جیسے اب رہ رہی ہو ویسے ہی رہوگی۔"

شفاء خاموش ہوگئی۔ داؤد بھی چپ چاپ بیٹھا تھا۔

"یہ بہت ضروری ہے بیٹے۔" ہاجرہ نے مزید کہا۔ "لوگوں کی باتیں چاہے کتنی ہی غلط کیوں نہ ہوں ہم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تم دونوں ذہنی طور پر تیار ہو جاؤ تو اگلے جمعہ کو نکاح کی چھوٹی سی تقریب کر لیتے ہیں۔"

ہاجرہ نے بات ختم کر دی۔ داؤد اٹھ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ شفاء اپنے کمرے میں آگئی۔

☆☆☆

یہ جو میں تم سے انجان بنا پھرتا ہوں
ساری بات اسی انجانے پن میں ہے

اگلے کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔ شفا پڑھنے کے لیے کتاب سامنے رکھ کر بیٹھتی تو مختلف سوچیں اس کے گرد گھیرا ڈالنے لگتیں۔

"داؤد بھائی کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں۔ پہلے میری ذمہ داری ان کے سر پر آئی۔ میری پڑھائی۔ کالج کا پک اینڈ ڈراپ، باقی خرچ۔ اور اب میں ساری زندگی کے لیے ان کے سر پر مسلط ہونے جا رہی ہوں۔ وہ تو مایا سے محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے تو کبھی میرے بارے میں اس طرح سوچا بھی نہیں ہوگا۔ کتنا برا فیل کر رہے ہوں گے وہ۔ پہلے میری وجہ سے بدنام ہوئے اور اب...... وہ تو میرے ساتھ نیکی کر کے پھنس ہی گئے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں مسلسل ان کے لیے پریشانی کا سبب بن رہی ہوں۔ کیا کروں میں۔ کاش میں کچھ کر سکتی۔"

اور سوچ تو داؤد واقعی اس کے بارے میں ہی رہا تھا لیکن اس کے سوچنے کا اپنا انداز تھا۔ اسے یہ سوچ سوچ کر فکر ہو رہی تھی کہ شفا کو کتنا برا لگ رہا ہوگا۔ وہ اگر مجبوری میں ان کے پاس آ ہی گئی تھی تو اسے خواہ مخواہ ایک نئے تعلق کی ڈور میں باندھنا تو زیادتی تھی۔ پتا نہیں اس کے اپنی زندگی کو لے کر کس قدر خواب ہوں گے۔

اور اب مجبوری میں اسے داؤد کو قبول کرنا پڑے گا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ بات ہاجرہ بیگم کی بھی ٹھیک تھی۔ لوگ صرف ظاہر دیکھتے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ شفا اور اس کے درمیان جو تعلق تھا اس میں بدی کا شائبہ تک نہ تھا لیکن اس سے پہلے کہ لوگوں کی گندی نظریں اور گندی زبانیں اس تعلق کو داغ دار کر دیں بہتر یہی تھا کہ اس تعلق کو ایک پاکیزہ نام دے دیا جاتا۔

سورج اپنی زردی سمیٹے رخصت ہونے کو تھا۔ شفاء سیڑھیوں پر آ بیٹھی۔ صحن میں لگے اکلوتے درخت پر چڑیوں نے شور مچا رکھا تھا۔ دل اداس تھا اور پریشان بھی۔ داؤد اسے اچھا لگتا تھا۔ وہ بہت خیال رکھتا تھا اس کا اس کی موجودگی ایک عجیب قسم کے تحفظ کا احساس دلاتی تھی۔ ایک گہری اپنائیت محسوس ہوتی تھی اس کے ساتھ شفا کو اس کا ساتھ پسند تھا۔ یہ فکر اپنی جگہ کہ کہیں وہ زبردستی اس کی زندگی میں شامل ہونے تو نہیں جا رہی لیکن اس کے ساتھ ہی دل ہمک ہمک کر اس کی محبت کی چاہ کرنے لگا تھا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" داؤد اس کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر منہمک تھی کہ اسے اس کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی تھی۔

"یہ صرف ایک کاغذی تعلق ہوگا۔ نام کا رشتہ۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔ "تم اپنی زندگی اور اس کے فیصلوں میں مکمل طور پر آزاد ہوگی۔ جب تم اپنی لائف میں سیٹل ہو جاؤ تو پھر تم جیسے چاہو گی ویسے کر لیں گے۔"

شفا نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔ اتنا ہی آسان ہے ناں تعلق جوڑنا اور پھر سے توڑ دینا۔

داؤد اس کی نظروں سے کچھ اور ہی سمجھا۔ مزید تسلی دینے کی خاطر بولا۔ "اور اگر اس دوران تمہیں کوئی اچھا لگے۔ ازاے لائف پارٹنر تو تم بلا جھجک میرے ساتھ شیئر کر سکتی ہو۔ آخر اتنی دوستی تو ہے ناں

www.pklibrary.com

ہم میں۔"

مارے غصے کے شفا کا رنگ گلابی پڑ گیا۔ وہ تلملا کر اٹھی۔ ایک تیز نظر داؤد پر ڈالی اور سیدھا اپنے کمرے میں آ کر دم لیا۔

"کاغذی تعلق، نام کا رشتہ، ہونہہ، ظاہر ہے اپنے دل میں مایا جو بسا کر بیٹھے ہیں تو میرے ساتھ تو کاغذی تعلق ہی ہوگا ناں۔ ارے مروّت کر رہے ہیں تو صحیح طریقے سے مروّت تو کریں۔ کسی اور کو پسند کرنے کا مشورہ کس خوشی میں دے رہے ہیں مجھے۔ مصیبت لگتی ہوں میں ان کو، چاہتے ہیں جلد از جلد میں ان کے سر سے اتر جاؤں۔" اس کا خون کھول رہا تھا۔ دیر تک وہ الٹی سیدھی باتیں سوچتی رہی اور کڑھتی رہی۔

دوسری طرف داؤد شفا کے لال بھبھوکا چہرے کو سوچ سوچ کر الجھ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے شفا کو پُرسکون کرنے کے چکر میں مزید پریشان کر ڈالا تھا۔

ان ہی کنفیوزڈ سوچوں اور پریشان دلوں کے ساتھ وہ دونوں اگلے جمعے کو ایک سادہ سی تقریب میں ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھ گئے تھے۔

☆☆☆

مایا نے کھڑکی کھولی۔ رنگوں اور روشنیوں سے سجا شہر رات کے اس پہر بھی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ یہ پیرس تھا۔ پیار کرنے والوں کا خواب۔ محبت کرنے والوں کا مسکن۔ ایک خوش بودار ہوا کا جھونکا اندر آیا اور شرارت سے اس کے بال بکھیر کر چلا گیا۔

اس شہر کی ہواؤں میں بھی رومانس بھرا تھا۔ اس نے مسکرا کر اپنے ریڈش براؤن بالوں کو ہاتھوں سے سلجھا کر ایک کندھے پر آگے کی طرف ڈالا۔ اسی پل کسی نے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔ یہ ارسل تھا۔ وہ اسی طرح کھڑی مسکراتی رہی۔

"کیا ہو رہا ہے مائی لو۔" ارسل نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"پیرس بہت خوب صورت ہے ناں ارسل، آئی لو دس سٹی۔" مایا نے کھڑکی سے اندر آتی پھولوں اور درختوں کی خوشبو کو اپنے اندر اتار کر گہرا سانس لیا۔

"ہاں...... بہت خوب صورت ہے۔ پیرس،" ارسل نے اس کا رخ موڑ کر اپنی طرف کیا۔ "لیکن تم سے زیادہ نہیں۔ اینڈ آئی لو یو۔"

اسی پل مایا کے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ "عبیرہ" مایا نے اسکرین دیکھ کر ارسل کو اطلاع دی۔ وہ کندھے اچکا کر باتھ روم میں گھس گیا۔ مایا فون اٹینڈ کرتے ہوئے صوفے پر آ بیٹھی۔

عبیرہ کی شادی مایا کے ساتھ ہی ہوئی تھی۔ وہ رخصت ہو کر کینیڈا چلی گئی تھی۔ اس کا شوہر وہاں ڈاکٹر تھا اور اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ وہیں پر رہائش پذیر تھا۔

"اب ہر کوئی تمہاری طرح لکی تو نہیں ہوتا کہ چھڑا چھانٹ میاں مل جائے۔ جو محبت کرنے والا بھی ہو اور جس کے پاس ڈھیر سارا پیسہ بھی ہو۔" عبیرہ نے آہ بھری۔ "میرے ہزبینڈ تو زیادہ تر ہاسپٹل میں پائے جاتے ہیں اور وہاں سے آنے کے بعد اتنا تھکے ہوتے ہیں کہ انہیں کسی بات کا ہوش نہیں ہوتا۔ ہنی مون تو ان کے نزدیک ویلے اور نکمے لوگوں کا مشغلہ ہے۔"

عبیرہ کی باتیں جب شروع ہو جاتی تھیں تو پھر ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ ارسل اسے فون پر مصروف دیکھ کر سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔ کافی دیر تک عبیرہ سے باتیں کرنے کے بعد مایا نے فون بند کیا۔ انگڑائی لی اور ہوٹل کے لگژری روم کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"واہ مایا انعام، تمہاری عقل مندی پر تو تمہیں ایوارڈ ملنا چاہیے۔ تمہارے عقل سے کیے گئے فیصلوں نے تمہاری ہوشیاری اور تدبیر نے آج تمہیں پیرس کے اس لگژری ہوٹل میں پہنچا دیا ہے۔ ورنہ بیٹھی ہوتیں داؤد کے اس چھوٹے سے بوسیدہ گھر میں

www.pklibrary.com

لات بدلنے کا انتظار کرتے ہوئے۔
اس نے اٹھ کر دوبارہ کھڑکی کھولی اور ہوا کے
ہر جھونکوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دور
اروں بھرے آسمان کو دیکھا۔ داؤد عباسی اپنے
ائل سمیت بہت دور رہ گیا تھا۔

☆☆☆

شفا نے چھوٹے سے صحن میں چہل قدمی کرتے
ے رک کر گھر کے داخلی دروازے کی طرف
یکھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے اور داؤد ابھی تک
یں آیا تھا۔ ہاجرہ کا آج بلڈ پریشر ہائی تھا سو وہ دوائی
لے کر سو گئی تھیں۔
اسے فکر ہو رہی تھی۔ داؤد عام طور پر اتنا لیٹ
تا نہیں تھا۔
اسی وقت دروازے کی بیل بجی۔ [illegible] نے لپک
ر دروازہ کھول دیا۔ داؤد اپنی بائیک لیے اندر چلا
یا۔
"دروازہ پوچھ کر تو کھولا کرو۔" داؤد نے اپنی
ئیک ڈیوڑھی میں کھڑی کرتے ہوئے اسے تنبیہہ
ی۔
شفا جھینپ گئی واقعی رات کے اس پہر اسے
چھ کر دروازہ کھولنا چاہیے تھا۔ ساتھ ہی اپنی بے تابی
تھوڑی سی شرمندگی بھی ہوئی۔
"آج بہت دیر کر دی۔" اس نے اپنی خفت
انے کے لیے پوچھا۔
"ہاں۔ آج کل کام کچھ زیادہ ہے۔" داؤد نے
جرہ کے کمرے کی طرف دیکھا۔ لائٹ آف تھی۔
"کھانا ملے گا" اپنے کمرے کی طرف جاتے
وئے اس نے مڑ کر شفا سے پوچھا۔
وہ اثبات میں سر ہلا کر کچن میں آ گئی۔ فریج
ں سالن موجود تھا۔ روٹی البتہ پکانے والی تھی۔ ہاجرہ
اؤد کے آنے پر اس کے لیے ہمیشہ تازہ روٹی بناتی
یں۔ شفا کو روٹی بنانی نہیں آتی تھی لیکن خیر روٹی بنانا
وئی ایسا مشکل کام بھی نہیں ہے۔
اس نے خود کو تسلی دیتے ہوئے فریج سے آٹا
نکالا۔ جیسے تیسے روٹی بنائی اور سلیقے سے ٹرے میں کھانا
سجا کر داؤد کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ دروازے
پر ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی۔ داؤد باتھ
روم میں تھا۔ اس نے ٹرے بستر پر رکھ دی۔
اسی وقت داؤد باتھ روم سے نکلا شفا کو کھڑے
دیکھ کر مسکرایا۔
"بیٹھ جاؤ۔"
"میں پانی لاتی ہوں۔" شفا تیزی سے کمرے
سے نکل گئی۔
داؤد آ کر اپنے بستر پر بیٹھا۔ ٹرے اپنے سامنے
کھسکائی اور دسترخوان کھول کر روٹی نکالی اور پھر روٹی
کو ذرا اوپر کر کے بغور اس کا جائزہ لیا۔ روٹی گول نہیں
تھی۔ چوکور نہیں تھی۔ تکون بھی نہیں تھی وہ شاید کسی
ایسے ملک کا نقشہ پیش کر رہی تھی جو مسلسل خانہ جنگی کا
شکار تھا اور بمباری کی وجہ سے جگہ جگہ سے جل چکا تھا۔
اس نے روٹی کو توڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اکڑ گئی
اور ٹوٹنے سے صاف انکار کر دیا۔ داؤد نے دوسری
روٹی کا جائزہ لیا لیکن وہ بھی پہلی کی ہم شکل اور ہم
خیال ہی نکلی۔ شفا پانی لے کر واپس آئی تو داؤد روٹی
دسترخوان میں لپیٹ کر بستر سے اٹھ رہا تھا۔
"ٹرے لے کر کچن میں آؤ۔" وہ اس سے کہتا
ہوا باہر نکل گیا۔
شفا نے دل ہی دل میں شرمندہ ہوتے ہوئے
ٹرے اٹھائی اور کچن میں چلی آئی۔ داؤد تو اچولہے پر
رکھے فریج میں سے ڈبل روٹی نکال رہا تھا۔ وہ ٹرے
شیلف پر رکھ کر پاس ہی کھڑی ہو گئی۔
"سلائس میں گرم کر دیتی ہوں۔" شفا نے آفر
کی۔
داؤد نے چار سلائس گرم کر کے پلیٹ میں
رکھے۔ "تم ان پر جیم لگا دو۔"
اب وہ دوسرے چولہے پر چائے بنا رہا تھا۔
جب تک چائے بنی داؤد سینڈوچ کھا چکا تھا۔ اس نے
چائے کا ایک کپ شفا کو پکڑایا اور اپنا کپ لے کر کچن
سے باہر نکل آیا۔

www.pklibrary.com

"آؤ۔ وہاں سیڑھیوں پر بیٹھتے ہیں۔" داؤد نے چھت پر جانے والی سیڑھیوں پر آ بیٹھے۔

"دراصل میں نے کبھی کچن کا کام نہیں کیا۔ اس لیے مجھے روٹی بنانی نہیں آتی۔" شفا نے کپ سے نکلتی بھاپ پر نظریں جماتے ہوئے وضاحت کی۔

اس پل جیسے کسی نے اس کا دل مسلا تھا۔ وہ کہتی تھی، سارہ اس سے پیار نہیں کرتیں لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ انہوں نے اسے شہزادیوں کی طرح پالا تھا۔ وہ سارا دن اکیلی مختلف کاموں میں لگی رہتی تھیں لیکن اس سے انہوں نے کبھی کوئی کام کرنے کو نہیں کہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہونے لگیں۔

وہ ہمیشہ اپنی ماں سے ناراض رہی تھی۔ طرح طرح کے فضول گلے شکوے اس نے دل میں پال رکھے تھے۔ وہ کبھی ان کے پیار کو ذرا بھر کے محسوس کر ہی نہیں سکی تھی۔ خفت، شرمندگی، پچھتاوا اور بچھڑنے کا دکھ۔ سب نے مل کر ایک دم ہی اس پر حملہ بول دیا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ اٹس او کے۔" داؤد نے اس کے گلابی پڑتے چہرے کو دیکھ کر نرمی سے کہا۔ پھر مزید اسے تسلی دینے کے لیے بولا۔ "روٹی تو بہت سے لوگ بنا لیتے ہیں لیکن ڈاکٹر تو ہر کوئی نہیں بنتا۔"

شفا نے بمشکل خود پر قابو پایا۔ نہ جانے کیسا آدمی تھا وہ جس کے پاس بیٹھ کر اسے اپنے سارے دکھ یاد آ جاتے تھے۔ خود پر چڑھایا ہوا بہادری کا خول اس کے سامنے کھنچ جاتا تھا۔ وہ بکھر جاتی تھی۔ جانتی تھی ناں کہ وہ سمیٹ لینے کا ہنر رکھتا ہے۔

"اب تائی امی بھی مجھ سے کوئی کام نہیں کراتیں۔" شفا خود کو کمپوز کرتے ہوئے اداسی سے مسکرائی۔

"یو آر لکی۔" داؤد نے مختصر تبصرہ کیا۔

شفا نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ گہرے نیلے رنگ کی شرٹ میں ملبوس تھا۔ آستینوں کے کف پلٹے ہوئے تھے۔ صحن کے بلب کی ملگجی روشنی میں بھی وہ چمک رہا تھا۔ اس کے نقوش کا تیکھا پن اسے مغرور ظاہر کرتا تھا لیکن وہ کتنا عاجز اور انسان دوست تھا۔ یہ شفا سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسے ایک پل کے لیے فخر محسوس ہوا۔ یہ اونچا، لمبا، بے حد وجیہہ آدمی اس کا تھا اور پھر اگلے ہی پل اس کا دل ڈوب گیا۔ لیکن وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔

"آپ بابا سے بہت محبت کرتے ہیں۔" شفا نے اکثر دل میں کانٹے کی طرح چبھنے والا سوال موقع ملتے ہی داؤد کے سامنے رکھ دیا اور ڈرتے ڈرتے اس کی طرف دیکھا۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ ہاں بہت محبت کرتا ہوں میں اس سے تو وہ کیا کرے گی۔ سوئی کی نوک جیسے اس کے دل کو چیرنے لگی۔ اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

اسے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کاش وہ اپنے الفاظ واپس لے سکتی۔ اسے یہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔ اسے داؤد کا جواب نہیں سننا چاہیے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن شاید وہ پتھر کی ہو چکی تھی۔

"وہ محبت نہیں تھی۔ محبت کا وہم تھا۔" شہزادے نے پتھر ہوئی شہزادی کے جسم سے اندیشوں کی سوئیاں نکالنی شروع کیں۔ "ایک خوب صورت لڑکی جب آپ کو ضرورت سے زیادہ لفٹ کرائے تو پھر یہ وہم ہو ہی جاتا ہے۔"

"آپ کو دکھ تو ہوا ہوگا جب اس نے آپ کو چھوڑا۔" شفا نے گہری نظریں داؤد کے چہرے پر جمائیں۔ اس کے دل پر رکھا پتھر ہٹ چکا تھا۔ اب وہ سانس لے سکتی تھی۔

"چھوڑنے پر دکھ نہیں ہوا تھا۔ چھوڑنے کے طریقے پر ہوا تھا۔ لیکن اللہ جو کرتا ہے وہ ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔" داؤد نے چائے کا آخری گھونٹ لے کر ایمان داری سے بتایا پھر اس کی طرف منہ موڑ کر شرارت سے مسکرایا۔ "ویسے خیریت ہے؟ آج مجھ سے اتنے سوالات کیوں ہو رہے ہیں؟"

"اور میں...... میں کیا ہوں آپ کے لیے؟" شفا نے اس کی بات ان سنی کر کے ایک اور سوال کر دیا۔ ایک اور خطرناک سوال۔

”تم!“ داؤد اسے ایک نظر دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

اب وہ اسے کیا بتاتا کہ وہ اس کے لیے کیا تھی۔ اسے لگتا تھا وہ اس کی روح کا گم شدہ حصہ تھی۔ اس کے جسم میں دھڑکنے والا دل تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ اسے شفا سے محبت کب ہوئی تھی۔ شاید محبت تو بہت پہلے ہو گئی تھی۔ دریافت کافی بعد میں ہوئی تھی۔ وہ روتی تھی تو اس کا دل کٹتا تھا۔ اداس ہوتی تھی تو وہ پریشان ہو جاتا تھا، اس کا دل چاہتا تھا وہ اس کی روح پر لگے سب زخموں پر اپنے ہاتھوں سے مرہم رکھے۔ اس کا دل چاہتا تھا، وہ ساری دنیا کی خوشیاں لا کر اس کے قدموں میں ڈھیر کرے۔ اس کا دل چاہتا تھا، وہ اس کی طرف آنے والی ہر پریشانی اور مصیبت کا رخ اپنی طرف پھیر دے۔ وہ کیا تھی اس کے لیے، وہ اسے بتانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اسے یہ سب کیسے بتا سکتا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ وہ اس کی مدد کر رہا ہے۔ اس کا خیال رکھنے کا صلہ مانگ رہا ہے۔ وہ شاید لحاظ اور مروت میں اس کے ساتھ پر راضی ہو جاتی اور ایسا وہ نہیں چاہتا تھا۔

اسے شفا چاہیے تھی لیکن اس کی اپنی مرضی اور رضا کے ساتھ۔ اس کے اپنے دل کی خوشی اور اس محبت کے ساتھ جو اس کے دل میں زم زم کی طرح خود بخود پھوٹ پڑتی داؤد کے لیے لیکن زم زم کے لیے تو محنت کی گئی تھی اور وہ تھا کہ اپنی محبت کا دامن پھیلانے سے بھی انکاری تھا، اس ڈر سے کہ کہیں اس میں احسان مندی کے سکے نہ ڈال دیے جائیں۔

وہ صبر سے اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب شفا اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی۔ اس کی معاشی مجبوری ختم ہو جاتی — اسے کسی سہارے کی ضرورت نہ رہتی۔ وہ اپنی سوچ کی مکمل آزادی کے ساتھ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کے قابل ہو جاتی۔ اس وقت وہ اس سے اس کی محبت مانگنے کی جرات کرے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ محبت کرنے والوں کے دل بھی زمانے بھر سے الگ اور ان کی سوچیں بھی جدا۔ ان کے اندیشے بھی انوکھے اور ان کی مصلحتیں بھی مختلف۔

”میں جانتی ہوں، میں کیا ہوں آپ کے لیے۔“ شفا اس کی خاموشی سے کچھ اور ہی سمجھی تھی اور جو سمجھی تھی اس نے اس کا لہجہ تلخ کر دیا تھا۔

”ایک بوجھ جو راہ چلتے اچانک آپ کے سر پر لاد دیا گیا۔ ایک ذمہ داری جس سے آپ چاہتے ہوئے بھی جان نہیں چھڑا پا رہے۔ میری وجہ سے آپ کی ماما آپ سے چھن گئیں۔ آپ کی محبت آپ سے دور ہو گئی۔ ایک کاغذی تعلق قائم کرنا پڑ گیا۔ آپ کو میرے ساتھ۔ میں بہت بدقسمت ہوں اور آپ کے لیے بھی بہت ان لکی رہی ہوں۔ میرے ساتھ ہمدردی آپ کو بہت مہنگی پڑی ہے۔ شاید پچھتا بھی رہے ہوں گے آپ۔ لیکن آپ کا احساس مروت آپ کو کچھ بھی کہنے سے روک دیتا ہے۔“

بولتے بولتے اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

”تم غلط سمجھ رہی ہو شفا“ داؤد نے گھبرا کر اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔ ”تم تو میری ایک بہت پیاری سی دوست۔“

”مجھے تسلی دینے کی ضرورت نہیں ہے داؤد۔“ شفا اس کی بات کاٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”میں اچھی طرح جانتی ہوں، آپ کی نظر میں کیا حیثیت ہے۔“

وہ تیز قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں چلی گئی، داؤد وہیں بیٹھا رہ گیا۔ راز خاموشی سے اپنے سینے میں چھپا لیا تھا۔ آسمان پر چمکتے چاند اور ستاروں نے دم بخود ہو کر یہ منظر دیکھا تھا۔ وقت نے سیڑھیوں پر پریشان بیٹھے داؤد کو ایک نظر دیکھا اور چپکے سے گزر گیا۔

☆☆☆

مایا نے شادی کے بعد سے اب تک اتنی شاپنگ کی تھی کہ اس کی گزشتہ سات نسلوں نے اس کا خواب بھی نہیں دیکھا ہوگا۔

ارسل کے محل نما گھر کے سارے کمروں کی الماریاں اس بیش بہا شاپنگ کی اشیاء سے ٹھنسی پڑی تھیں جن میں سے اکثر کو اس نے گھر لانے کے بعد استعمال کرنا تو در کنار چھو کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور پھر

www.pklibrary.com

یہ جنون بھی ختم ہوگیا۔ شیشے جیسا گھر، ملازمین کی فوج اور ان پر حکم چلانے والی وہ ایک اکیلی۔ کچھ عرصہ اس احساس کو بھی اس نے خوب انجوائے کیا پھر اس کا چارم بھی ختم ہوگیا۔

ارسل آفس سے آتا تو دوستوں کی طرف نکل جاتا۔ اس نے مختلف کلب جوائن کر رکھے تھے۔ لیٹ نائٹ پارٹیز اس کا روز کا معمول تھا۔ واپسی رات کے تین بجے سے پہلے کم ہی ہوتی تھی۔ وہ بور ہونے لگی وہ اپنی مرضی کی جنت حاصل کرچکی تھی۔ اب اس سے بڑھ کر اسے کیا چاہیے تھا۔ لیکن انسان کی بنائی ہوئی جنت میں یہی خامی ہوتی ہے۔ وہ نامکمل ہوتی ہے اور فانی بھی۔ اس جنت کے پھولوں میں کانٹے چھپے ہوتے ہیں اور ریشمی گھاس کے رستوں میں پتھر پوشیدہ۔

"ارسل ...... آپ مجھے بالکل بھی ٹائم نہیں دیتے۔" ایک دن مایا نے لاڈ سے ارسل کو مخاطب کیا۔ "میں گھر رہ رہ کر بور ہوجاتی رہتی ہوں۔"

"تو بھئی میں نے تم پر کوئی پابندی تو نہیں لگائی۔" وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ "باہر نکلو ...... دوست بناؤ، گھومو پھرو، جتنا پیسہ دل چاہتا ہے خرچ کرو۔"

"لیکن میں آپ کے ساتھ لائف انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔" مایا نے ارسل کو کوٹ پہناتے ہوئے ناز سے کہا۔

"میرا اپنا سوشل سرکل ہے۔ تم اس میں موو نہیں کرسکو گی۔"

وہ ٹیبل پر سے اپنا والٹ اور موبائل اٹھا رہا تھا۔

"اگر آج رات میں بھی آپ کے ساتھ پارٹی میں چلوں تو ......"

"ٹھیک ہے۔ شام کو تیار رہنا۔" وہ جاتے جاتے رضامندی دے گیا۔

مایا نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ ارسل کو لیٹ نائٹ پارٹیز اٹینڈ کرنے کا شوق تھا۔ عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ بجائے اس کو اپنے ساتھ منتھی کرنے کے مایا خود اس کے شوق میں شامل ہوجاتی۔ اس طرح ارسل بھی خوش رہتا اور مایا کو بھی اس کے قریب رہنے کا موقع مل جاتا۔

پورا دن پارلر میں گزار کر شام کو وہ ارسل کے آنے سے پہلے تیار تھی۔ سلیولیس بلیک ساڑھی کا بلاؤز جتنا چھوٹا تھا۔ سلور سینڈلز کی ہیل اتنی ہی لمبی تھی۔ ریڈش براؤن بال جوڑے میں مقید تھے۔ لمبی دودھیا گردن میں ڈائمنڈ کا نیکلس جگمگا رہا تھا۔ کانوں میں ڈائمنڈ کے آویزوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگادیے۔ ارسل کی توصیفی نظروں نے اسے مزید اطمینان دلایا۔

پارٹی ایک سیاسی شخصیت کے فارم ہاؤس پر تھی۔ یہاں شہر کی کریم جمع تھی۔

"یہ سیٹھ حشمت ہیں۔ کائنات گروپ آف انڈسٹریز کے مالک۔" ارسل ایک گروپ میں کھڑے کچھ اشخاص سے اس کا تعارف کرا رہا تھا۔ "اینڈ شی از مائی وائف مایا۔"

وہ اسے خیرمقدمی کلمات کہہ رہے تھے جب ارسل چپکے سے وہاں سے کھسک گیا۔

"واقعی تم بہت خوب صورت ہو مایا۔" سیٹھ حشمت نے لڑکھڑا کر سنبھلنے کے لیے اس کا بازو پکڑا اور اب وہ بدستور اس کا بازو تھامے کھڑے تھے۔ ان کے منہ سے عجیب سی بدبو آرہی تھی۔ مایا کو گھبراہٹ ہونے لگی۔

"ایکسکیوزمی" وہ بدقت وہاں سے ہٹی۔ الکحل اور تمباکو کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا جی متلانے لگا۔ الٹرا ماڈرن عورتیں اور امیر کبیر مرد مختلف گروپس کی شکل میں ایک دوسرے کی کمپنی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہ اس ہجوم میں یوں اکیلی تھی جیسے میلے میں کھو جانے والا بچہ۔

اب اس کی متلاشی نظریں ارسل کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ آخر ایک کونے میں کھڑا وہ نظر آہی گیا۔ وہ ایک نیم عریاں ماڈل کی کمر میں ہاتھ ڈالے سیلفی لے رہا تھا۔

"ارسل۔" مایا نے پاس جا کر اسے مخاطب کیا۔

"کیا ہوا۔" ارسل نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ وہ واضح طور پر اس کی مداخلت سے بدمزا ہوا تھا لیکن مایا فی الحال اس کے تاثرات کے حوالے سے کچھ بھی کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اگر چند لمحے مزید اس ماحول میں رہی تو اس کا دم گھٹ جائے گا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔

"میں گھر جانا چاہتی ہوں۔" مایا نے بمشکل کہا۔

"ابھی تو پارٹی ٹھیک سے شروع بھی نہیں ہوئی۔" ارسل نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

اس کی ماڈل دوست کچھ دور جا کر فون میں بزی ہو گئی تھی۔ "پلیز ارسل، میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے گھر چھوڑ آئیں۔" مایا نے منت کی۔

ارسل مزید کچھ سخت کہتے کہتے رک گیا۔ مایا کے چہرے کی سرخی اور پریشانی پر چمکتا پسینہ۔ اس کی حالت کی گواہی دے رہا تھا۔ کہیں سچ مچ بے ہوش ہی نہ ہو جائے۔

یہ سوچ کر وہ اپنی دوست کی طرف بڑھا۔ اس کے عریاں بازو پر ہاتھ رکھ کر اس کا گال تھپتھپا کر اس سے کچھ کہا اور پھر مایا کو لے کر باہر نکل آیا۔ تازہ ہوا ملی تو مایا کا سانس کچھ بحال ہوا۔ پتا نہیں پارٹی میں شریک لوگ اس بدبودار فضا کو کیسے برداشت کر رہے تھے بلکہ وہ تو شاید اس بو کو انجوائے کر رہے تھے۔ سگریٹ پیتی عورتیں اور ان کے ساتھ حد سے زیادہ فرینک ہوتے مرد۔ وہ خود کو جتنا بھی ماڈرن کر لیتی بہرحال اس حد تک نہیں جا سکتی تھی۔

"تمہیں بہت شوق تھا ناں میرے ساتھ پارٹی میں آنے کا۔ اب ہو گیا تمہارا شوق پورا۔" ارسل نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے طنز کیا

"میں آپ کے ساتھ انجوائے کرنے کے لیے آئی تھی۔ آپ مجھے ہی اکیلا چھوڑ کر دوسری طرف چلے گئے۔"

مایا نے محتاط لہجے میں کہا۔ ارسل کو ایک غیر عورت کے ساتھ فلرٹ کرتے دیکھ کر اس کے دل میں آگ تو لگی ہوئی تھی لیکن وہ کوئی بے وقوف عورت نہیں تھی کہ فوراً ہی شوہر پر چڑھ دوڑتی۔ اسے موقع محل کے حساب سے بات کرنا تھی۔

"اگر اس طرح کی پارٹیز میں آ کر بھی بیوی کے ساتھ ہی چپکنا ہے تو پھر یہاں آنے کا کیا فائدہ۔" ارسل کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

"وہ تو میں نے دیکھ ہی لیا ہے کہ آپ کیا کر رہے تھے۔" مایا نے تنی سے کہا۔

"اوہ پلیز مایا۔" ارسل کی آواز اونچی ہو گئی۔ "اب اپنے طبقے کی عورتوں کی طرح بی ہیو مت کرنا۔ تم لوگوں کا یہی مسئلہ ہوتا ہے۔ کلاس بدل جاتی ہے لیکن تم لوگ نہیں بدلتے۔"

اس نے جیسے جوتا اٹھا کر مایا کے منہ پر دے مارا تھا۔

"ارسل! میں نے آپ کی خاطر بہت کچھ چھوڑا ہے۔" مایا نے کہا

"کیا چھوڑا ہے تم نے" ارسل نے چلاتے ہوئے اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔

"ایک فقیر مکینر اور وہ تنگ گلیاں جہاں تم رہتی تھیں۔ میں نے تمہیں فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا ہے۔ کس چیز کی کمی دی ہے میں نے تمہیں...... بتاؤ۔"

مایا روہانسی ہو گئی۔ "میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں ارسل! آپ کا کسی دوسری عورت کے ساتھ فری ہونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

"تو برداشت کی عادت ڈالو۔ جہاں بہت کچھ مل رہا ہو وہاں تھوڑا بہت کمپرومائز بھی کرنا پڑتا ہے۔" ارسل نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

مایا خاموش ہو گئی۔ گھر کے گیٹ پر اسے اتار کر وہ دوبارہ وہیں چلا گیا تھا جہاں اس کی گرل فرینڈ اس کا انتظار کر رہی تھی۔

مایا دروازے پر کھڑی دور جاتی گاڑی کو دیکھتی

www.pklibrary.com

رہی۔ یہ اس کی حاصل کردہ جنت کا پہلا کانٹا تھا جو سیدھا اس کے دل میں چبھا تھا۔ پہلا پتھر تھا جس سے اس نے بہت زور کی ٹھوکر کھائی تھی۔

☆☆☆

اور پھر وقت دھیمی چال چلتا گزرتا چلا گیا۔ گزرنے والے برسوں نے بہت کچھ بدلا تھا۔ داؤد دوبارہ سے پوش ایریا میں شفٹ ہوگیا تھا۔ اس کا نیا گھر پہلے بک جانے والے گھر سے کہیں زیادہ بڑا اور شان دار تھا۔ پورچ میں کھڑی مختلف ماڈلز کی گاڑیاں اور گھر میں ملازمین کی فوج۔

گزشتہ برسوں میں کاٹی جانے والی تنگی اور محنت کا اسے خوب صلہ ملا تھا۔ قسمت اس پر اتنی مہربان تھی کہ اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ لگاتا تو وہ سونا بن جاتی۔ شفا ڈاکٹر بن چکی تھی۔ ایک حساس اور ذمہ دار ڈاکٹر۔

"تائی امی...... آپ کا بلڈ پریشر بالکل نارمل ہے۔" شفا نے ہاجرہ کا بی پی چیک کر کے انہیں اطلاع دی۔

"چلو شکر ہے۔" وہ اپنے بیڈ پر نیم دراز تھیں۔

"میں جو میڈیسنز لائی تھی، وہ تو آپ پابندی سے لے رہی ہیں ناں۔" شفا نے سائڈ ٹیبل پر رکھی دوائیاں چیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بیٹا۔ وہ تو لے رہی ہوں۔" ہاجرہ نے کہا۔ "لیکن جسم میں درد بہت ہوتا ہے۔"

"اس کی وجہ یہ ہے تائی امی کہ پہلے آپ بہت ایکٹو رہتی تھیں۔ سارا کام خود کرتی تھیں۔ اب آپ زیادہ تر بیٹھی رہتی ہیں۔ اس لیے آپ کا جسم درد کرتا ہے۔" شفا نے بتایا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ امی کو پھر سے کام کرنا چاہیے۔" یہ داؤد تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے اس کی بات سن لی تھی۔

"نہیں۔ کام کیوں کریں، لیکن واک ضرور کرنی چاہیے۔" شفا نے اسے جواب دیا پھر ہاجرہ کی طرف دیکھا۔

"بلکہ تائی امی! ایسا کرتے ہیں کہ کل سے فجر کی نماز کے بعد میں اور آپ مل کر ساتھ والے پارک میں واک کے لیے جانا شروع کرتے ہیں۔"

"نہیں ...... مجھ سے نہیں جایا جاتا پارک میں۔" ہاجرہ نے انکار کردیا۔ "تو پھر لان میں واک کرلیا کریں گے۔" شفا نے فوراً ہی دوسرا آپشن پیش کیا۔ "آپ کو پتا ہے صرف واک کرنے سے بہت سی بیماریاں خود بخود ٹھیک ہوجاتی ہیں۔"

"کبھی مجھے بھی چیک کرلیا کرو۔" داؤد نے شرارت سے اسے دیکھا۔ "کیوں کیا ہوا ہے آپ کو۔"

"میرا دل۔" داؤد نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ "اپنی جگہ پر نہیں رہا۔"

"کیا ٹھکانا بدل لیا ہے اس نے۔" شفا نے مذاقاً کہا۔

"ہوں۔ بالکل ٹھیک تشخیص کی ہے تم نے۔" داؤد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تلاش گم شدہ پولیس کا کام ہے۔ ڈاکٹر کا نہیں۔ رپٹ درج کروائیں آپ۔" شفا مسکرائی۔

"ہائے اپنوں کے خلاف پولیس میں کون جاسکتا ہے بھلا۔" داؤد نے آہ بھری۔

شفا مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں ذرا چینج کرلوں تائی امی، پھر ہاسپٹل بھی جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا جاؤ۔ اللہ تمہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔" ہاجرہ نے شفقت سے اسے دعا دی۔

"تم ذرا ادھر آؤ میرے پاس۔" اس کے جانے کے بعد ہاجرہ نے داؤد کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

"جی امی۔" وہ فوراً ہی ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"کیا کہہ رہے تھے تم۔ تمہارا دل کھو گیا ہے کہیں۔" انہوں نے داؤد کا کان زور سے کھینچا۔

"اُفوہ امی۔ کتنی طاقت ہے ابھی بھی آپ کے ہاتھ میں۔" داؤد نے کان چھڑا کر زور سے مسلا۔ "کان ہی توڑ دیا ہے آپ نے تو میرا۔"

www.pklibrary.com

"کوئی بات نہیں۔ جوڑنے کے لیے گھر میں ڈاکٹر موجود ہے۔" ہاجرہ نے لاپروائی سے کہا پھر غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "میرا خیال ہے اب شفا کی رخصتی ہو جانی چاہیے۔"

داؤد مسکرایا۔ "تھوڑا سا صبر کرلیں۔ پہلے میں خود اس سے بات کرلوں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اب زیادہ دیر نہیں ہونی چاہیے۔" ہاجرہ نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی۔

داؤد نے اثبات میں سر ہلایا۔ دل کی بات عیاں ہونے کو تھی۔

☆☆☆

موسم گل ذرا سا ٹھہر جاؤ
میں تمہارے استقبال کی تیاری تو کرلوں

رابعہ کا فون آیا تھا۔ لیلیٰ کے ہاں دوسرا بچہ ہوا تھا۔

"چار سال ہو گئے ہیں تمہاری شادی کو۔" وہ کہہ رہی تھیں۔ "تم فیملی پلاننگ کر رہی ہو کیا؟"

"نہیں امی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" مایا فون لے کر بیڈ پر آ بیٹھی۔

"بلال بتا رہا تھا کہ ارسل آج کل کسی فلم اسٹار کے چکر میں ہے۔" انہوں نے موضوع بدلا۔

"یہ چکر تو چلتے ہی رہتے ہیں۔" مایا اداسی سے بولی۔

"تم نے بڑی غلطی کی مایا! جو داؤد کو چھوڑ دیا۔" رابعہ نے افسوس سے کہا۔ "پہلے سے بھی بڑا اور شاندار گھر لے لیا ہے اس نے۔ آج کل دوسری فیکٹری شروع کر رہا ہے وہ۔ کتنا سمجھایا تھا میں نے تمہیں کہ تھوڑا سا وقت صبر سے گزار لو لیکن تم نہیں مانیں۔"

"آپ کو بڑی اطلاعات ہیں اس کی۔" مایا جل کر بولی۔ اس کی زندگی میں اچھی خبروں کا تو جیسے کال ہی پڑ گیا تھا۔ جو بھی خبر ملتی دل جلانے کا سبب ہی بنتی تھی۔

ایک ہی شہر میں رہتے ہیں تو پتا تو چلتا ہی رہتا ہے سب کا لیکن خیر، اب تو جو ہونا تھا سو گیا۔" رابعہ نے گہری سانس لی۔ "بات ہو رہی تھی ارسل کی۔ تم نکیل کیوں نہیں ڈالتیں اسے۔ گھر میں خوب صورت بیوی بیٹھی ہے اور یہ آدمی ہے کہ کبھی ایک عورت تو کبھی دوسری عورت۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے امی۔" مایا نے تلخی سے کہا۔ "وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس گھر میں رہنا ہے تو پھر یہ سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔ ورنہ ایک پل نہیں لگائیں گے وہ مجھے چھوڑنے میں۔"

"عجیب دھونس ہے۔" رابعہ کو غصہ آگیا۔ "تم بیوی ہو۔ اس کی کوئی گڑیا نہیں ہو کہ خاموشی سے شوکیس میں پڑی رہو۔"

"اب تو یہی لگتا ہے۔" مایا رنجیدگی سے بولی۔

"اس کا تو پھر ایک ہی حل ہے اور وہ ہے بچہ۔ اگر بچہ ہو گیا تو پھر اتنی آسانی سے وہ تمہیں چھوڑنے کی بات نہیں کر سکے گا۔ اولاد بڑے بڑوں کو سیدھا کر دیتی ہے۔ عورت کی طاقت ہوتی ہے۔ یہ تم ارسل کو اس بات کا احساس دلاؤ کہ اب بچہ ہو جانا چاہیے۔ بلکہ اسے ساتھ لے کر کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنا اور اس کا چیک اپ کرواؤ۔" رابعہ نے اسے مشورہ دیا۔

"بچہ۔" فون بند کر کے مایا نے سوچا۔ "واقعی یہ بات پہلے اس کے دماغ میں کیوں نہیں آئی۔ خواہ مخواہ اتنا ٹائم ضائع کر دیا۔ لیکن خیر، ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ ارسل کو لگام اس کی اپنی اولاد ہی ڈال سکتی تھی۔ اب اسے ارسل سے بات کرنی تھی اور یہ موقع جلد ہی اسے مل گیا۔

"آپ کو بچے کیسے لگتے ہیں ارسل؟" آج وہ کافی دن بعد لنچ گھر میں کر رہا تھا جب مایا نے بات شروع کی۔

"بچے تو سب کو ہی اچھے لگتے ہیں۔" ارسل نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ اب ہمیں فیملی بڑھانے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔" مایا نے دھیما انداز اختیار کیا۔

www.pklibrary.com

"تمہیں کیسے خیال آ گیا آج۔" ارسل نے ہاتھ روک کر بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"چار سال ہو گئے ہیں ہماری شادی کو۔" مایا نے جتایا۔

"ہوں۔" ارسل سر جھکا کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں چیک اپ کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتی ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ اب ہمیں مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔" مایا نے اصرار کیا۔

"بات یہ ہے کہ مایا کہ" ارسل نے نیپکن سے منہ صاف کیا۔ "ہماری اولاد نہیں ہو سکتی۔"

"کیا مطلب...... کیوں نہیں ہو سکتی۔" مایا کی آواز اونچی ہو گئی۔ "آپ مجھے میرے اس حق سے محروم نہیں کر سکتے۔"

"یہ اللہ کی طرف سے ہے مایا۔" ارسل اب مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔ "شادی سے چند سال قبل میرا ایک شدید قسم کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے جان بچی تھی میری، تب میرے مختلف طرح کے بہت سے ٹیسٹ ہوئے تھے ان ہی سے پتا چلا تھا کہ میں باپ نہیں بن سکتا۔"

مایا کے سر پر جیسے بم پھٹا تھا۔ "آپ نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی مجھے۔"

"ضروری نہیں سمجھا۔" ارسل کا انداز ایک دم روکھا اور بے نیاز ہو گیا۔ "میرے خیال میں تم جس قسم کی لڑکی ہو۔ تمہارے لیے پیسہ اور اسٹیٹس زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ بہ نسبت رشتوں کے۔"

وہ جیسے مایا کو آئینہ دکھا رہا تھا۔ وہ اسے ایسی ہی لڑکی سمجھتا تھا جس کے نزدیک پیسہ سب کچھ تھا اس لیے اس نے پیسے کے ڈھیر میں دفن کر دیا تھا اس کو۔ کیا وہ سچ مچ ایسی ہی تھی۔ کیا وہ شادی سے قبل اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیتا تو پھر بھی وہ اسے اپنے لیے منتخب کرتی۔ شاید اس کا جواب "ہاں" میں تھا۔

جس وقت اس نے اپنے لیے ارسل کا انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اس کے لیے دنیا کی سب سے اہم چیز پیسہ ہی تھا۔ اسے لگتا تھا۔ پیسے سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔ ہر خوشی حاصل کی جا سکتی ہے۔ پیسہ ملا تو پتا چلا کہ ہر مسئلے کا حل پیسہ نہیں ہے۔ بہت سی خوشیاں اس سے ماورا ہیں اور اب اس وقت اس کے لیے سب سے بڑی خوشی اولاد تھی اور ارسل کہہ رہا تھا کہ وہ اسے اولاد دینے کے قابل نہیں ہے۔

"آپ...... اپنی رپورٹ باہر بھیجیں۔ دنیا میں بہت سے قابل ڈاکٹرز ہیں۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ علاج ہی نہ ہو۔" مایا نے رندھے لہجے میں کہا۔ وہ آس کا سرا اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی تھی۔

"میں سب کچھ کر کے دیکھ چکا ہوں۔ کوئی حل نہیں ہے۔" ارسل اٹھ کھڑا ہوا۔ "دنیا میں ہم ہر چیز نہیں پا سکتے مایا۔ میں اللہ کی رضا میں راضی ہو چکا ہوں۔ تم بھی مطمئن ہو جاؤ۔"

"نہیں ہو سکتی میں مطمئن۔" مایا نے چیخ کر کہا۔

"آپ نے دھوکا کیا ہے مجھ سے۔ آپ کو یہ بات مجھے پہلے بتا دینی چاہیے تھی۔ میرا کیا قصور ہے۔ میں تو ماں بن سکتی ہوں۔"

"تو پھر چھوڑ دو مجھے۔" ارسل نے سرد لہجے میں کہا۔ "میری اس خامی کے باوجود اس کو جان کر بھی بہت سی لڑکیاں ہیں جو خوشی خوشی میری زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہیں۔"

وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔ مایا وہیں بیٹھی رہ گئی۔ وہ ہمیشہ یہی کرتا تھا۔ اپنی ہر غلطی، ہر خامی کو نہ صرف کھل کر قبول کرتا تھا بلکہ کسی تمغے کی مانند اپنے سینے پر سجا لیتا تھا۔ اسے کبھی شرمندگی ہوتی تھی نہ ندامت۔ وہ کبھی سر نہیں جھکاتا تھا۔ کبھی اسے کوئی مان نہیں دیتا تھا۔ وہ اسے محبت نہیں دے سکتا تھا عزت نہیں دے سکتا تھا اور اب اولاد۔ وہ بھی اسے دینے کے قابل نہیں تھا وہ، پھر بھی کیسی اکڑ تھی اس میں کیسی رعونت اور تکبر۔

"رہنا چاہتی ہو تو رہو ورنہ چلی جاؤ۔" کیسی ذلت چھپی تھی اس فقرے اور یہ فقرہ مایا کو بار بار سننا پڑتا تھا۔

www.pklibrary.com

پیسہ...... پیسہ...... کیا واقعی سب کچھ تھا پیسہ۔ کیا کرتی وہ اس پیسے کا، اس پیسے کے ساتھ رہنا بھی بہت مشکل تھا اور اسے چھوڑنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ اس نے سر اٹھا کر اس عالیشان محل کو دیکھا جس کی خاطر وہ اندھی ہو گئی تھی۔

"تم نے بڑی غلطی کی مایا۔ جو داؤد کو چھوڑ دیا۔" اس کے کانوں میں رابعہ کی آواز گونجی۔

"پہلے سے بھی بڑا اور شاندار گھر لے لیا ہے اس۔ آج کل دوسری فیکٹری شروع کر رہا ہے وہ۔"

"ہاں داؤد۔" مایا نے اپنے آنسو پونچھے۔

اس کے پاس ایک راستہ ابھی بھی موجود تھا۔ وہ داؤد کے پاس جا کر اس سے معافی مانگ لے گی۔ وہ یقیناً اسے معاف کر دے گا۔ وہ تو اس کی کسی بات سے کبھی انکار نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ راضی ہو جائے۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔

اس کے اندر جیسے نئی روح پھونک دی گئی تھی۔ اس نے فون اٹھایا اور پارلر میں بکنگ کرانے لگی۔ وہ داؤد کو اپنے حسن سے مسمرائز کر دینا چاہتی تھی۔

☆☆☆

آسمان پر گہرے سیاہ بادل جمع ہو رہے تھے۔ ہوا پر شوخی سوار تھی درخت جھوم جھوم کر پاگل ہو رہے تھے۔ اتنے سہانے موسم کو دیکھ کر شفا کا دل چاہا کہ وہ لنچ داؤد کے ساتھ کرے۔ چنانچہ وہ ہاسپٹل سے بریک لے کر داؤد کے آفس چلی آئی۔ آسمان سیاہ بادلوں سے بھر چکا تھا۔ بارش بس کسی پل ہوا چاہتی تھی۔ اس نے گاڑی پارک کر کے دروازہ کھولا اور باہر نکلی۔

وہ بارش شروع ہونے سے پہلے آفس میں داخل ہو جانا چاہتی تھی لیکن سامنے والی گاڑی سے نکلتی عورت کو دیکھ کر اس کی نظر اور قدم دونوں ساکت ہو گئے تھے۔ وہ مایا تھی۔ اس نے غور سے دیکھا۔ بلاشبہ وہ مایا ہی تھی۔ پنک سلیولیس شارٹ قمیص کے ساتھ ٹائٹ پاجامہ پہنے۔ چاکلیٹ براؤن بالوں کو اس نے کرل کر کے پشت پر ڈال رکھا تھا۔

اب وہ داؤد کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔ شفا دم بخود کھڑی اسے جاتے دیکھتی رہی۔ بارش کا پہلا قطرہ اس کے رخسار پر گرا تو اسے ہوش آیا۔ وہ فرار ہونے والے انداز میں دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

واپسی کا سفر بہت مشکل تھا باہر موسلا دھار بارش تھی اور اس کے اندر بھی طوفان برپا تھا۔ تو داؤد مایا کے ساتھ رابطے میں تھا۔ وہ دونوں ابھی بھی ملتے تھے تو پھر وہ کہاں تھی۔ وہ تو شاید کہیں نہیں تھی۔

داؤد نے سچ کہا تھا۔ ان کے درمیان صرف کاغذی رشتہ تھا۔ صرف نام کا تعلق تھا۔ وہ کس قدر بے وقوف تھی جو اس کے ساتھ محبت کر بیٹھی تھی۔ وہ تو صرف اس سے ہمدردی کرتا تھا ورنہ اس کے دل میں تو آج بھی مایا تھی۔ اسے پتا نہیں چلا کہ اس نے سارا سفر کس طرح طے کیا اور کیسے گھر پہنچی اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کر کے وہ بلک بلک کر رو پڑی۔

باہر بادل جانے کس کا غم منا رہے تھے۔

☆☆☆

مایا ہمیشہ کی طرح سیکریٹری کو نظر انداز کر کے داؤد کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"میم!" سیکریٹری اس کے پیچھے آئی تھی۔

مایا نے دروازہ کھولا۔ داؤد سامنے موجود تھا۔ لمبی گلاس ٹیبل کے پیچھے اپنی سیٹ پر بیٹھا وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ وہ آج بھی کس قدر وجیہہ تھا۔ مایا کے دل نے ایک ہارٹ بیٹ مس کی وہ اندر داخل ہوئی۔

"سر...... " سیکریٹری نے آگے آ کر صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ داؤد نے فون بند کر کے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔

"بیٹھنے کو نہیں کہو گے؟" مایا نے ناز سے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ روز ملتے ہوں۔ جیسے ماہ و سال کا وقفہ ان کے بیچ میں آیا ہی نہ تھا۔ وہ شاید وقت کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں تھی۔

"بیٹھو۔" داؤد نے سامنے والی سیٹ کی طرف

www.pklibrary.com

اشارہ کیا۔

مایا بیٹھ گئی۔ ایک خاموشی کا وقفہ ان دونوں کے درمیان حائل ہوا تھا۔

''پوچھو گے نہیں کہ میں کیسی ہوں۔'' مایا نے بات شروع کی۔

''دیکھنے میں ٹھیک لگ رہی ہو۔'' داؤد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''تم نے تو کبھی پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ میں کس حال میں ہوں۔ ایسے بھول گئے جیسے مجھے جانتے ہی نہیں تھے۔'' مایا نے شکوہ کیا۔

داؤد کی آنکھوں میں تحیر اتر آیا۔ کیا وہ یہ شکوہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

''ہماری آخری ملاقات۔ ایسی نہیں تھی کہ پھر ملنے کا کوئی جواز بنتا۔'' داؤد کو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے یاد کرانا پڑا۔

''اوہ!'' مایا نے تاسف سے لب کاٹے۔ ''تم ابھی تک ناراض ہو مجھ سے۔''

''نہیں...... میں بالکل بھی ناراض نہیں ہوں۔''

''تم ہو۔'' مایا نے اصرار کیا۔ ''لیکن میں بھی اپنی جگہ پر ٹھیک تھی۔ محبت کرتی تھی تم سے پھر کیسے برداشت کر لیتی تمہیں کسی اور کے ساتھ۔'' ساتھ ہی اس نے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔

''تم مجھ سے محبت نہیں کرتی تھیں۔'' داؤد نے نفی میں سر ہلایا۔ ''جہاں محبت ہو وہاں ذلت نہیں ہوتی۔''

''تم تو محبت کرتے تھے ناں مجھ سے۔ تم نے اتنی آسانی سے مجھے کیسے چھوڑ دیا۔'' مایا نے دوسری طرف سے وار کیا۔

''میں بھی تم سے محبت نہیں کرتا تھا۔'' داؤد اس کے وار کی زد میں نہیں آیا تھا۔ ''ان فیکٹ اس وقت تو میں جانتا بھی نہیں تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے۔''

''آئی ایم سوری داؤد۔'' مایا نے بالآخر ہار مان کر سر جھکا لیا۔ ''میں جانتی ہوں۔ تم مجھ سے خفا ہو۔ بہت زیادہ۔ میں نے غلطی کی تھی اور اس کی سزا بھی بھگتی ہے۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔''

''میں نے کہا ناں کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ بلکہ میں تو شکر گزار ہوں تمہارا۔ تم نے ایک ایسے تعلق سے میری جان چھڑا دی جو کبھی میرے لیے بہتر تھا ہی نہیں۔ میں بہت پہلے معاف کر چکا ہوں تمہیں۔ اب میرے دل میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔'' داؤد نے واضح طور پر بتایا۔

''کیا سب کچھ پہلے جیسا ہو سکتا ہے؟'' مایا نے آس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میں تمہیں کھو کر بہت پچھتائی ہوں داؤد! مجھے ایک موقع دے دو، میں اپنی محبت سے اپنی ہر غلطی کا ازالہ کر دوں گی۔''

''وقت بہت آگے بڑھ چکا ہے مایا۔ حالات بدل گئے ہیں۔ میں بھی اب ایک تعلق کی ڈور میں بندھ چکا ہوں۔ بہت محبت کرتا ہوں میں شفا سے اور اس سے جڑا اپنا رشتہ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔ میں اپنے اور اس کے درمیان کسی اور کو آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔''

داؤد نے صاف اور دوٹوک انداز میں جواب دیا۔ کوئی امید۔ کوئی دلاسا۔ کوئی جھوٹی تسلی، اس کے پاس مایا کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ باہر بادل زور سے گرجے، شاید کہیں بجلی بھی گری تھی

مایا دم بخود سی اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وقت نے اسے کس مقام پر لا کر مات دی تھی۔

زندگی نے اسے جو منظر جس طرح دکھایا تھا۔ پاس آنے پر وہ ویسا نہیں نکلا تھا۔ ہر منظر دھوکا تھا۔ ہر خواب سراب تھا۔ اس نے تو بہت منطقی انداز سے بہت کیلکولیٹڈ طریقے سے زندگی کو جانچنے کی کوشش کی تھی لیکن زندگی اس کی توقع سے بڑھ کر ناقابل بھروسا نکلی تھی۔ اس کی حاصل کردہ جنت اس کے منہ پر مار دی گئی تھی۔ لیکن وہ جنت بھی اس کی جنت کہاں رہی تھی۔

اس میں ناقدری کے ناگ پھن پھیلائے پھرتے تھے۔ ذلت کے کانٹے تھے جو ہر قدم پر اس کا دل چھلنی کرتے تھے۔ ناتمام خواہشوں کے روگ تھے

www.pklibrary.com

جو ہر صبح اٹھنے پر نئے سرے سے توانا ہو جاتے تھے۔ نہیں وہ جنت نہیں تھی۔ جنت کا دھوکا تھی۔ وہی دھوکا جو اس نے ہمیشہ دوسروں کو دینے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ خود اس کے جال میں پھنس چکی تھی۔

☆☆☆

مایا جا چکی تھی۔ باہر بارش کی رفتار میں تیزی آ گئی تھی۔ بادل گرج رہے تھے اور برس رہے تھے۔ داؤد نے شفا کو کال کی۔ اس کا فون بند جا رہا تھا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ داؤد نے پریشان ہو کر ہاجرہ کو فون کیا۔

"شفا اپنے کمرے میں ہے بیٹا۔ شاید سو رہی ہو گی۔" انہوں نے بتایا۔ داؤد کو مطمئن ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں ہوا۔ کچھ دیر اس نے اپنا دھیان کام میں لگانا چاہا لیکن اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔

ایک عجیب سی بے چینی تھی جو دل کو لاحق تھی۔ اسے جیسے الہام ہو رہا تھا کہ شفا کسی پریشانی میں تھی۔ بالآخر وہ اٹھا اور برستی بارش میں گھر چلا آیا۔ جب تک وہ اس سے مل کر اسے دیکھ نہ لیتا۔ اسے تسلی نہیں ہو سکتی تھی۔

شفا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازہ بجایا۔ ایک بار، دو بار۔ تیسری بار کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا۔ اندر نیم تاریکی تھی۔ شاید وہ سچ مچ سو رہی تھی۔

"سوری...... تمہاری نیند خراب کر دی لیکن مجھے عجیب سی ٹینشن ہو رہی تھی۔"

داؤد نے اندر داخل ہو کر لائٹ آن کرتے ہوئے کہا۔ کمرہ دودھیا روشنی سے جگمگا اٹھا۔ اس نے پلٹ کر شفا کی طرف دیکھا۔ سوجی ہوئی متورم آنکھیں۔ گلابی چہرہ، سرخ ہوتی ناک، وہ لپک کر اس کے پاس آیا۔

"تم رو رہی تھیں شفا۔ کیا ہوا ہے۔ مجھے بتاؤ۔"

شفا خاموشی سے سر جھکائے کھڑی رہی۔ اس کا ہمدم دیرینہ اس کے پاس کھڑا لیکن وہ اس کا نہیں تھا۔

شفا کی آنکھیں دوبارہ آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔

"کسی نے تنگ کیا ہے تمہیں۔ کچھ کہا ہے۔ بتاؤ گی نہیں تو پتا کیسے چلے گا۔" داؤد نے بے چین ہو کر اصرار کیا۔

شفا نے گلے میں پھنسے آنسوؤں کے گولے کو نگلا اور گیلے رخسار کو صاف کرتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں چاہتی ہوں کہ...... ہمارے درمیان ...... یہ جو تعلق ہے۔ آپ اسے ختم کر دیں۔"

داؤد بھونچکا رہ گیا۔ باہر بارش کھڑکیوں پر سر پٹخ رہی تھی۔ بجلی کی چمک کھڑکیوں سے اندر آنے کی کوشش کرتی اور پھر ناکام ہو کر پلٹ جاتی۔

"آپ مایا کو پسند کرتے ہیں۔ میں خواہ مخواہ آپ دونوں کے درمیان نہیں آنا چاہتی۔ آخر آپ کو بھی حق ہے کہ اپنی مرضی کی زندگی جئیں۔" شفا پھر رو رہی تھی۔

"مایا کہاں سے آ گئی درمیان میں۔" داؤد نے الجھ کر پوچھا۔

"وہ ہمیشہ سے تھی۔" شفا نے برستی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ بارش اگر کمرے کے باہر تھی تو اندر بھی تھی۔

"آپ دونوں اب بھی ملتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے آج اسے آپ کے آفس میں۔"

داؤد نے گہرا سانس لے کر اس کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

"مے آئی؟"

وہ اس کے آنسو صاف کرنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔

شفا کو ایک پل لگا تھا اس کی بات سمجھنے میں پھر اس نے بگڑ کر اپنی آنکھوں رگڑ ڈالیں۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"بے وقوف لڑکی، مایا ہمارے بیچ میں کہیں نہیں ہے۔ ہاں، آج آئی تھی وہ آفس لیکن معافی مانگنے اور شاید پرانے تعلقات بحال کرنے۔" اب وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا اسے وضاحت دے

www.pklibrary.com

رہا تھا۔

"تو پھر آپ نے کیا کہا۔"

"میں نے اسے بتایا کہ میں شفا سے بے حد پیار کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ اپنا رشتہ مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہیں آپ" شفا کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"بالکل سچ۔" داؤد نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "میں تو شاید پہلی نظر میں ہی تمہاری محبت کا اسیر ہو گیا تھا۔ بس پتا بعد میں چلا۔"

"تو مجھے بتایا کیوں نہیں۔"

"میں چاہتا تھا کہ جب تم اپنی تعلیم مکمل کر کے اپنی لائف میں سیٹل ہو جاؤ پھر اپنی پوری آزادی اور خواہش کے ساتھ فیصلہ کرو کہ میری محبت کو قبول کرنا ہے یا پھر......" داؤد نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ اس سے الگ ہونے کا سوچ کر ہی اس کی جان نکلنے لگتی تھی۔

"بے آئی؟" داؤد نے ہاتھ پھیلا کر آنکھوں سے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اس کا ہاتھ مانگ رہا تھا۔ شفا نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ اسے لے کر کھڑکی کے پاس گیا اور اس کی گلاس سلائیڈ ہٹا دی۔ ہوا نے بارش اپنے ہاتھوں میں بھر کے ان دونوں کے چہروں پر اچھال دی۔ ہوا کی اس شرارت پر وہ دونوں بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔

"تم نے بتایا نہیں۔" داؤد نے شفا کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں لے کر پوچھا۔

"کیا؟" بارش کی شرارت۔ ہوا کی سرمستی اور داؤد کی محبت بھری نظریں۔ شفا بری طرح جھینپ رہی تھی۔

"یہی کہ تم میرے ساتھ پر خوش ہو؟"

"میں ہمیشہ یہ سوچتی تھی کہ میاں بیوی کو آپس میں بہت زیادہ محبت نہیں ہونی چاہیے ورنہ بچے خود کو اگنورڈ فیل کرتے ہیں۔ اور اب میں خود آپ سے شدید محبت کرنے لگ گئی ہوں۔"

شفا نے جھینپتے ہوئے لہجے میں ایمان داری سے اپنے دل کی بات بتائی اور پھر داؤد کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ بری طرح شرمندہ ہوئی تھی۔

داؤد بے ساختہ ہنس رہا تھا۔ شرارت سے بھرپور ہنسی۔

"بچے۔ ہوں۔" ہنسی اس کی آنکھوں سے اور لبوں سے پھوٹ پھوٹ کر باہر آ رہی تھی۔

"اوہو...... میں تو ایک جنرل بات کر رہی تھی۔" شفا نے گڑبڑا کر وضاحت کرنے کی کوشش کی اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس سے چھڑانا چاہا۔

داؤد نے ہاتھ نہیں چھوڑا۔ وہ اب بھی اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے اس کی بات انجوائے کر رہا تھا۔

بارش کے چھینٹے ان دونوں کو بھگو رہے تھے۔ ہوا ان کی باتیں سننے کے لیے اندر آئی تھی۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے چھپی محبت بالآخر آشکار ہو گئی تھی۔ یہ طے نہیں تھا کہ آئندہ آنے والی زندگی آسان ہی ہوگی لیکن ان کے پاس محبت تھی اور محبت ساتھ ہو تو دکھ بھی ہلکے ہو جاتے ہیں غم بھی برداشت ہو جاتے ہیں اور مشکلات بھی آسان ہو جاتی ہیں۔

محبت دراصل برکت ہے اور برکت کی کوئی حدود نہیں ہیں۔

وقت کی کتاب میں صاف لکھا ہے اور زمانے کی بوڑھی آنکھیں اس کی گواہ ہیں کہ دوسروں کو نقصان پہنچانے والا ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ کسی کے لیے گڑھا کھودنے والا خواہ کتنا بلند کیوں نہ ہو خود اس گڑھے میں ضرور گرتا ہے۔ اور بہترین تدبیر کرنے والی تو صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔

www.pklibrary.com

"اسے کہتے ہیں تمسی جوڑے پائی پائی اور رام لنڈھائے کیا۔"

غصیلی نظروں سے سلطانہ کو گھورتے ہوئے اماں نے محاورہ مکمل کیا جو ابا کے پہلو سے لگی مزے سے ان کا لایا برگر کھانے میں مصروف تھی۔

"یہ بھی خوب ہوئی کہ میں ادھر روز کے خرچے سے پیسے بچا بچا کے باؤلی ہو چلی ہوں اور ان باپ بیٹی کو روپے اڑانے سے ہی فرصت نہیں۔ گھر کے روٹی سالن سے تو جیسے ڈاکٹر نے اسے پرہیز بتا دیا ہو جو روزانہ کے حساب سے یہاں کھاجے آ رہے ہیں۔"

اماں کی خفگی بھری باتوں پر ابا محض مسکرانے پر ہی اکتفا کیے ہوئے تھے۔ ویسے بھی ان کی بہت ساری کڑوی کسیلی باتیں برا منائے بغیر وہ انہیں ہنس کے سہہ جایا کرتے۔

کچھ پہلی اولاد ہونے کے ناتے سلطانہ انہیں تھی بھی بہت عزیز حالانکہ اس سے چھوٹے تین بھائی اور تھے۔ مگر ابا کی لاڈلی ہونے کا شرف صرف اسی کو حاصل تھا۔

سلطانہ کے پکے حمایتی اور اس کی ہر غلطی پر ڈھال بن جانے والے ابا شاید ہی خالی ہاتھ گھر آتے۔ اول تو اس کی ہی کوئی نہ کوئی فرمائش ہوتی ورنہ اپنی مرضی سے اس کے لیے کچھ نہ کچھ لا رہے ہوتے۔ بیٹی کے منہ سے نکلی ہر بات کو پورا کرنا گویا وہ اپنا فرض عین سمجھتے تھے۔

☆☆☆

اس دن ابا گھر آئے تو سلطانہ کو روٹھا پا کر بے چین ہو گئے۔

"کیا ہوا میری گڑیا کو جو یوں روٹھے بیٹھی ہے۔"

"ہونا کیا ہے میں نے آج دال پکانے کی غلطی جو کر لی ہے جسے یہ مہارانی کھانے سے انکاری ہیں۔" توے سے روٹی اتار کر چنگیر میں رکھتی اماں نے چمٹا ایک طرف رکھ کر انہیں اصل مسئلے سے آگاہ کیا۔

"تو ٹھیک کہتی ہے نہ میری دھی (بیٹی) اس لیے کہ دال تو آج میں بھی نہ کھاؤں گا۔ ادھر آ سلطانہ میرے پاس بتا کیا کھائے گی؟ ابھی جا کر باہر سے لے آتا ہوں۔ پھر دونوں باپ بیٹی مل کر کھائیں گے۔"

اماں کے غصے کو ہوا دیتے وہ تو اسی پل موٹر سائیکل کی چابی اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔

"ابا تلی ہوئی مچھلی اور نان کھاؤں گی۔" باپ کی شہ پا کر سلطانہ نے بھی اپنی پسند بتانے میں ذرا بھی دیر نہ کی۔

"لے پھر میں بس ابھی گیا اور یوں آیا۔" کہتے ہوئے ابا یہ جا وہ جا۔

"میرے اللہ تیری شان!" خاموشی سے اس سارے منظر کو دیکھتی اماں کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ابا جی! سوڈے کی بوتل ساتھ لانا نہ بھولیے گا۔"

اس بات پر تو اماں تلملا ہی اٹھیں جب سلطانہ نے پیچھے سے باپ کو آواز لگائی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے، وہ بھی لے آتا ہوں۔" باہر موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے ابا کا جواب آیا۔

"غضب خدا کا اتنی چٹوری... اے واوری باپ تیرا کہاں کا نواب ہے جو اس سے فرمائشیں جھاڑتی پھرتی ہے۔ ارے وہ ہے تو فیکٹری کا مزدور ہی نا کہ اس کا مالک مجھے یہ دال کھانے میں تکلیف کیا تھی تجھے؟"

غضب ناک ہوتی اماں نے چولہے سے اٹھ کر آ کے ایک ایسا زوردار دھموکا اس کی کمر میں جڑا کہ وہ مارے درد کے کلبلا اٹھی اور لگی خود کو سہلانے۔

"ہر وقت کی فرمائشیں پوری کر کے آپ اسے بگاڑے دے رہے ہیں۔"

انہیں جب موقع ملتا وہ شوہر کو ان کی غلطی یاد کرانا نہ بھولتیں۔

"ادھر لوگوں نے آپ کا کھلایا پلایا نہیں

www.pklibrary.com

دیکھنا...... اماں باوا نے ساتھ سامان کتنا دے کر بھیجا ہے اس پہ ان کی نظر ہوگی لیکن آپ کو سمجھائے کون۔"

کبھی کبھار ابا ان باتوں سے چڑ بھی جاتے۔

"ثریا تو بھی حد کرتی ہے۔ کھالینے دیا کر اسے ...... یوں لاٹھی لے کر پیچھے مت پڑ جایا کر بچی ہے بے چاری سہم جاتی ہے تیری باتوں سے، اپنے نصیب کا کھاتی ہے۔ میرا کیا لیتی ہے۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا جو آتے ہوئے اس کے لیے سو پچاس کی چیز لیتا آؤں۔"

بیوی کے شکوے اپنی جگہ مگر بیٹی کے دفاع کو وہ ہر دم تیار رہتے۔

"کبھی ان کی طرف بھی نظر کرلیا کریں مجال ہے جو سلطانہ کے علاوہ بھی آپ کو کوئی بچہ بھاجائے۔"

اماں کا اشارہ اس کے چھوٹے بھائیوں کی جانب تھا۔

"میرے لیے تو اپنے سب بچے برابر ہیں۔ وہ تو پہلوٹھی ہونے کی وجہ سے سلطانہ کے لیے میرا دل ذرا زیادہ ہمکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ مجھے باقی بچوں سے پیار نہیں ہے۔ پتا نہیں تو ایسا کیوں سوچتی ہے۔"

اور یہ اعتراف تو بارہا وہ اماں کے آگے کرتے آئے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ اکثر ہی انہیں کٹہرے میں کھڑا کیے رکھتیں۔

"ویسے بیٹے تو تیرے بھی بڑے منظور نظر ہیں ثریا میں نے کبھی کچھ کہا۔ راتوں کو بھر بھر کے دودھ کے گلاس انہیں کون پلا رہا ہوتا ہے۔ وہ بھی بالائی سمیت۔"

اماں کو ستانے کی غرض سے ابا نے جو بات بڑھائی اس پر تو لاجواب ہوکر وہ موضوع ہی بدل گئیں۔

☆☆☆

فیکٹری کے کام سے ایک مرتبہ چند روز کے لیے ابا شہر سے باہر کیا چلے گئے۔ باپ کی جدائی میں سلطانہ تو چارپائی سے لگ گئی۔ ابا کا کرتا خود پر اوڑھے آنکھیں موندے سارا دن یوں پڑی رہتی کہ کھانے کا ہوش نہ اسکول جانے کی فکر، اداسی سے بخار نے آن لیا۔ اماں علیحدہ اس کے لیے فکرمند تھیں۔

"میں پوچھتی ہوں، جب تو جاگ رہی ہے پھر آنکھیں کس لیے بند کررکھی ہیں۔ چل شاباش آنکھیں کھول اٹھ کے بیٹھ جلدی سے۔"

"نہ اماں...... ابا میری نظروں کے سامنے ہیں ابھی اگر آنکھیں کھول لوں گی تو ہٹ جائیں گے۔"

آنکھیں میچے ہی سلطانہ کا جواب اماں کو مزید دہلا گیا۔ وہ تو شکر ہے کہ تیسرے دن ابا خود ہی لوٹ آئے اور اماں نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

سلطانہ کتنی ہی دیر ابا سے لپٹی روتی رہی۔ اور جب انہوں نے اسے گڑیوں اور کھلونوں سے بھرا تھیلا پکڑایا اپنی پسند کی اتنی ساری چیزیں پاکر وہ مارے خوشی کے ایک بار پھر ابا کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ یہی نہیں ابا ساتھ میں وہاں کی مشہور سوغات بادامی قلاقند

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف
سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول
فصل غم کا گوشوارہ

رضیہ جمیل
قیمت -/300 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر 32735021

www.pklibrary.com

بھی لائے تھے۔ اور اب تینوں بیٹوں کو اپنے پاس بٹھائے کھلا رہے تھے۔ سلطانہ اپنے کھلونوں میں مگن تھی۔ ادھر ابا اپنی گڑیا کی خوشی میں مسرور ہوئے جاتے۔

آس پاس کی سب سہیلیوں کو اکٹھا کر لائی ان کے ساتھ مل کر کھیلتی اب وہ گڑیا کی شادی کی تیاریاں کر رہی تھی۔

"کتنے پیسے برباد کر آئے ہیں ان بے کار چیزوں پر۔ میں تو کہتی ہوں یہی رقم اگر مجھے دی ہوتی اس کے لیے کوئی اچھی چیز بنا رکھتی جو کل کلاں کو اس کے کام بھی آتی۔"

اپنی دانست میں کی گئی اماں کی سمجھ داری والی بات ابا کو قطعاً پسند نہ آئی۔

"ابھی تو بچی ہے ایسے مت کہا کر۔ وقت آنے پر قسمت میں جو ہوگا وہ لے جائے گی۔ سلطانہ تو میرے رب کی رحمت ہے اسے خوش رکھ کر میں ایک طرح سے اپنے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں تو بھی بس اس کی اچھی سی کھلائی پلائی کیا کر' کیا خبر آگے کیسے لوگ ملیں۔"

گمبھیر لہجے میں ابا کچھ یوں بولے کہ اماں کی آنکھیں بھی آنسوؤں میں ڈبڈبا گئیں۔

☆☆☆

وقت تو جیسے کسی گھوڑے پر سوار تھا سرپٹ دوڑے چلا گیا۔ بچپن میں کھلونوں سے کھیلتی گڑیا کے بیاہ رچاتی بے فکری سی وہ سلطانہ بڑی ہو گئی اور خود بھی بیاہی گئی۔

ایک بھرے پرے کنبے کا سب سے بڑا بیٹا قاسم علی تھا تو وہ بھی ابا کی طرح ایک فیکٹری ورکر...... لیکن محبتوں میں گنی اور دل و جان سے اس پر فدا۔ شادی کے شروع دنوں میں اس کے حنائی ہاتھوں کو تھامے بتا رہا تھا۔

"دیکھ سلطانہ! اماں مزاج کی تھوڑی کڑوی ضرور ہے۔ پر اندر سے اتنی ہی میٹھی بالکل شہد جیسی...... تو اس کی باتوں کو دل پر نہ لینا وہ جو کہے میری خاطر سن لیا کرنا۔ ہاں پر تجھے مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔"

اپنی وفا کا یقین دلاتا وہ اس سے مخاطب تھا۔ شرمائی لجائی سی سلطانہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک نظر اپنے شریک زندگی کو دیکھا مگر اس کی نگاہوں کی وارفتگی سے گھبرا کر فوراً ہی نظریں جھکالی تھیں۔

"اری...... تیرے ہاتھ میں جان نہیں کیا جو یوں دھیرے دھیرے ہاتھ چلاتی ہے' ماں تیری نے کچھ کھلایا کر نہیں بھیجا کیا؟ تھوڑا زور سے دبا کچھ آرام تو آئے۔ درد سے ٹانگوں کی جان نکلی جاتی ہے میری۔"

سلطانہ جس دن سے بیاہ کر آئی تھی۔ گھر کے کام کاج اسے سونپ کر اس کی ساس کا زیادہ تر وقت اب محلے میں گھومنے پھرنے یا پھر چارپائی پر بیٹھ کے اس پر حکم چلانے میں ہی گزرتا ہاں چولہا ہانڈی ضرور ابھی اپنے پاس ہی رکھا تھا۔

سارے گھر کے کاموں میں جتی سلطانہ کے آگے آنے والے کے نام پر اس نے جو جوڑے اور پاپے لا رکھے وہ اسے اندر تک سلگا گئے۔

اماں کے ہاں یہ چائے پاپے تو مریضوں کی خوراک سمجھے جاتے تھے۔ ابا کبھی ناشتے میں کھاتا، وہ ٹھہری سدا کی کھانے پینے کی شوقین مجبوراً دل پر پتھر رکھ کر انہیں تکتی رہی۔

"سلطانہ بی اب میکے والا عیش و آرام تو یہاں ملنے سے رہا اماں ابا نے تجھے جو کھلایا پلا دیا بس اسے ہی یاد کیا کر۔ ڈھنگ کا نہیں کچھ بھی ملنے والا ادھر۔ اس لیے جو دال دلیہ میسر آئے اس پر صبر شکر کر۔"

کیسے ابا کو فکر پڑ جاتی اگر کبھی اسے بخار ہو جاتا۔ شہر کی اچھی والی ایک بیکری سے جا کر مکھن والے تازہ بسکٹ لایا کرتے تھے خستہ جو منہ میں ڈالتے ہی جیسے گھل جاتے۔

کام پر جاتے ہوئے بھی ابا، اماں کو اس کا خیال رکھنے کے لیے کتنی ہی تاکیدیں کر کے جایا کرتے جو اسے گھر کے مرغ کی یخنی والے چاول بنا کر کھلاتیں یوں ان دونوں کی مناسب دیکھ بھال سے وہ دو ایک دن میں ہی بھلی چنگی ہو جایا کرتی۔

نل کے پاس بکھرے جھوٹے برتنوں کے ڈھیر میں چھپی سلطانہ اس وقت اپنی سوچوں میں گم تھی جب ساس نے آ ہلایا تو وہ بری طرح چونک گئی۔

"بیٹھے بٹھائے تو کن خیالوں میں جا کھوئی ہے۔ ہوش کر ابھی تو بہتیرے کام پڑے ہیں۔"

یادوں میں جھٹکے ذہن کو جھٹلا کر وہ تیزی سے کام میں جت گئی۔

بچپن میں اولاد والدین کو امیری غریبی کے ترازو میں کہاں تولتی ہے ان کی چھوٹی بڑی کتنی ہی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے باپ اپنی حیثیت کی پروا بھی نہیں کرتا۔

سلطانہ جب چھوٹی تھی تب ابا کے پاس سائیکل ہی ہوا کرتی تھی۔ اسے یاد تھا اس پر بٹھا کر وہ ہر جگہ گھما پھرا لاتے۔ چھٹی والے دن کی موج الگ ہوتی۔ اماں کی ناراضی مول لے کر سال میں ایک دو بار ضرور اسے شہر سے باہر لگنے والے میلے میں بھی لے جاتے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ میلے پر جائے اور سرکس میں چلنے والا موت کا کنواں نہ دیکھے۔ کتنی دیر تو ٹکٹ کی لائن میں لگنا پڑتا مگر اس کی خاطر یہ بھی کر گزرتے۔ اسے ساتھ لیے ابا کہیں بھی اپنی ذمہ داری سے نہ چوکتے۔

اپنا ہاتھ ابا کے ہاتھ میں دے کر وہ خود گویا ہر خوف سے آزاد ہو جاتی۔ بھیڑ میں ان کے قدموں کے ساتھ قدم ملانے کی کوشش میں بھاگتی ہی چلی جاتی۔ رات گئے جب ان باپ بیٹی کی واپسی ہوتی تو گڑ والی جلیبیوں سمیت کھلونوں کے کتنے ہی تھیلے اس کے دونوں ہاتھوں میں ہوتے۔

اس وقت رات کے کھانے کے لیے دستر خوان لگ چکا تھا۔ جہاں گھر کے چھوٹے بڑے سب ہی افراد موجود تھے۔ قاسم علی بھی ابھی کام سے لوٹا تھا۔ سلطانہ کے پاس آنے والی سالن کی پلیٹ میں پانی نما شوربہ جس میں تیرتا آلو کا ایک ٹکڑا اسے پھر کہیں گم صم کر گیا۔

"شاید اسی دن کے لیے ابا مجھے اچھا کھلاتے پلاتے اور اماں کے بنائے کھانے تو یہاں کسی نے دیکھے سنے بھی نہ ہوں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا دل بھرا پڑا ہے کوئی لالچ اور حسرت نہیں۔"

"کیا سوچ رہی ہے؟"

اسے کھانا آگے رکھے سوچوں میں کھوئی دیکھ کر قاسم علی نے ٹہوکا مارا تو وہ یکدم خیالاوں سے باہر نکل آئی۔ اس دوران سب سے نظر بچا کر اپنی پلیٹ میں رکھی مرغی کی دو بوٹیوں سے ایک نکال کر وہ اس کی پلیٹ میں رکھ چکا تھا۔

اس کے آنکھ سے اشارہ کرنے پر سلطانہ نوالہ لینے کے لیے نیچے جھکی تو پلیٹ میں آلو کے ساتھ بوٹی کا اضافہ دیکھ کر حیرت سے شوہر کو دیکھنے لگی۔ جو انجان بنا اپنے دھیان کھانے میں مگن تھا۔

"تھوڑی بھوک رکھ کے کھانا، تیرے لیے برگر بنوا کر لایا ہوں کمرے میں رکھا ہے۔"

ذرا قریب ہو کر جونہی قاسم علی نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

اپنے باپ کے لیے تو ایک بیٹی تمام عمر شہزادی ہی رہتی ہے لیکن دلہن وہ جو پیا من بھائے، خاوند کا پیار ملنا مقدروں کی بات ہے۔ شوہر اگر اچھا محبت کرنے والا ہو بلکہ سب سے بڑھ کر اسے عزت اور احساس تحفظ دینے والا ہو۔ پھر چاہے کتنے ہی مشکل حالات کیوں نہ ہوں۔ عورت رانی جیسی زندگی گزارتی ہے۔

اس کے دل کی وہ سلطنت جس پر کل تک ابا کا راج تھا۔ آج قاسم علی بڑے ہی طمطراق سے اس پر تخت نشین ہو گیا تھا۔

سلطانہ کی آنکھوں میں نمی سی تیر گئی۔ تشکر آمیز نگاہوں سے اپنے جیون ساتھی کو دیکھتے ہوئے وہ خود بھی سر جھکا کر کھانے میں مصروف ہو گئی۔ ☆☆

www.pklibrary.com